جشنِ میلادُ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

تالیفاً
سید محمد علوی مالکی حسنی مکی قدس سرہ

ترجمہ
یٰسین اختر مصباحی

فہرس

تعارفِ مصنف

انوار وتجلیات ربّانی کے مرکز اولیں اور کعبۃ اللہ کی مقدس سرزمیں مکۃ المکرّمۃ کی خاک سے ہر عہد وعصر میں اسلام کے ایسے بے شمار اہل علم اور باکمال فرزند پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی بے مثال اور قابلِ صدر شک حیات وخدمات کے جمال ورعنائی سے تاریخ کے ہزاروں صفحات روشن وتابناک کردیئے اوران کے لئے مسلمانوں کے قلوب آج بھی جذبۂ احترام وعقیدت سے لبریز ہیں۔

چودھویں صدی ہجری کی ایک مشہوراور بزرگ شخصیت حضرۃ الشیخ سید علوی بن عباس مالکی علیہ الرحمۃ والرضوان (متولد ۱۳۲۸ھ متوفی ۱۳۹۱ھ) کا شمار بھی انھیں اکابر علما ومشائخ دین میں ہے جنھوں نے اپنے وسیع حلقۂ تدریس اور ارشاد وھدایت سے ایک عالم کو مستفید وفیض یاب فرمایا۔اوران کے تلامذہ ومسترشدین عالم اسلام کے مختلف حصوں میں علم وحکمت کی دولت اورعشق وعرفان کی نعمت تقسیم کررہے ہیں۔

مکہ مکرمہ کے جلیل القدر عالم حضرت سید محمد بن علوی مالکی مکی آپ کے نامور فرزند اور مسند درس وہدایت کے وارث وامین ہیں۔زیرنظر کتاب موصوف کے ایک وقیع مقالے کا ترجمہ ہے۔ اور یہاں آپ ہی کا ایک مختصر تعارف مقصود ہے۔

☆☆☆☆

نسب نامہ:

سلسلۂ نسب یہ ہے جو ستائیس واسطوں سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک جا پہنچتا ہے:

محمد الحسن بن (۱) علوی بن (۲) عباس بن (۳) عبدالعزیز بن

(۴) عباس بن (۵) عبدالعزیز بن (۶) محمد بن (۷) قاسم بن (۸) علی بن (۹) عربی بن (۱۰) ابراہیم بن (۱۱) عمر بن (۱۲) عبدالرحیم (۱۳) عبدالعزیز بن (۱۴) ہارون بن (۱۵) علوش بن (۱۶) مندیل بن (۱۷) علی بن (۱۸) عبدالرحمٰن بن (۱۹) عیسیٰ بن (۲۰) احمد بن (۲۱) محمد بن (۲۲) عیسیٰ بن (۲۳) ادریس بن (۲۴) عبداللہ الکامل بن (۲۵) الحسن المثنیٰ بن (۲۶) الحسن السبط بن (۲۷) علی زوج السیدۃ فاطمۃ الزہراء بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔[۱]

ولادت و تعلیم

سید محمد بن علوی مالکی کی ولادت مکہ مکرمہ ہی میں ہوئی۔ اسی مقدس سرزمین پہ نشو ونما پائی اور یہیں تعلیم و تربیت ہوئی۔ مسجد حرام کے تعلیمی حلقوں سے استفادہ کیا۔ مدرسۃ الفلاح اور مدرسۃ تحفیظ القرآن مکہ مکرمہ میں بھی تعلیم پائی۔

اساتذہ:

آپ کے مشہور و معروف اساتذہ اور شیوخ یہ ہیں:

(۱) السید علوی بن عباس المالکی، المتوفی سن ۱۳۹۱ھ

(۲) الشیخ محمد یحییٰ بن الشیخ امان، المتوفی سن ۱۳۸۷ھ

(۳) الشیخ محمد العربی بن التبانی، المتوفی سن ۱۳۹۰ھ

(۴) الشیخ حسن بن سعید الیمانی، المتوفی سن ۱۳۹۱ھ

(۵) الشیخ محمد الحافظ التیجانی المصری، شیخ الحدیث بمصر۔ المتوفی سن ۱۳۹۸ھ

(۶) الشیخ حسن بن محمد المشاط، المتوفی فی شہر شوال من سنۃ ۱۳۹۹ھ

(۷) الشیخ محمد ابراہیم ابوالعیون شیخ الطریقۃ الخلوتیہ

(۸) الشیخ عبداللہ بن سعید اللحجی

(۹) الشیخ محمد نور سیف بن ہلال۔[۲]

ذکاوت وفطانت، سعادت وار جمندی، سعی ومحنت اور علمی استعداد وصلاحیت کے لحاظ سے زمانۂ تحصیل میں تمام ہم درس طلبہ پر آپ کو فوقیت و برتری حاصل تھی۔ اسی لئے اپنے والد ماجد کے حکم پر ہر ختم ہونے والی درسی کتاب کا دوسرے طلبہ کو درس بھی دیا کرتے تھے۔ مشق و مُمارَست، علم سے فطری مناسبت اور خداداد لیاقت وصلاحیت ہی کا فیضان تھا کہ آپ آگے چل کر اپنے والد ماجد حضرت شیخ علوی مالکی کے سچے جانشین ثابت ہوئے۔

و قد تعينت مدرساً رسمياً فی كلية الشريعة سنة ١٣٩٠ و بعد وفاة الوالد بثلاثةايام اجتمع علماء مكة فی دارنا و كلّفونی بالتدريس فی مقام الوالد فی المسجد الحرام۔ و لازلت مستمداً بفضل الله و عونه۔ [۳]

☆☆☆☆
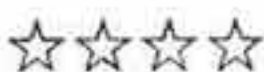
اپنے ذوق تحقیق کی تسکین نیز علمی اداروں کی دعوت پر اب تک دنیا کے مختلف ممالک کا آپ نے سفر فرمایا۔ حرمین طیبین کے کتب خانوں اور علمی شخصیتوں سے استفادہ، اپنے موضوع پر کامل تحقیق وتفحص، نیز علمی اجتماعات سے خطاب اور ان میں مقالات پیش کرنے کے لئے شام، الجزائر، تونس، مصر، مراکش، انڈونیشیا، ہندوستان، برطانیہ، کناڈا وغیرہ کے متعدد دورے کر چکے ہیں۔ ان تمام جگہوں پر آپ کی زبردست پذیرائی ہوئی اور احترام وعقیدت کی نظروں سے دیکھا گیا۔

تصانیف

گوناگوں مصروفیات کے باوجود تصنیف وتالیف کے کام سے بے حد دلچسپی ہے اور اب تک پچیسیوں کتابیں آپ کے قلم سے نکل کر منظر عام پر آچکی ہیں۔ جنھیں دانش ور اور تعلیم یافتہ طبقوں میں خاصی مقبولیت حاصل ہے اور اپنے اپنے موضوع پر انھیں بیش قیمت اضافہ سمجھا جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں خود میری نظر سے گذر چکی ہیں:

(۱) زُبدة الاتقان فی علوم القرآن، مطبوعہ دارالانسان

قاهره۱۴۰۱ھ/ ۱۹۸۱ء

(۲) حول خصائص القرآن، مطبع سحر، جده ۱۴۰۱ھ

(۳) القواعد الاسلامية فی علم مصطلح الحديث. جده ۱۴۰۲ھ

(۵) الانسان الكامل

(٦) مختصر فی السيرة النبوية لابن الد يبع (اخراج و تعليق) جده ۱۴۰۲ھ

(۷) حول الاحتفال بالمولدِ النَّبویِّ الشریف - ۱۴۰۲ھ

(۸) فی رحاب البیت الحرام، جده ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء

(۹) فضلُ "المؤطا" و عناية الامةِ الاسلامية به، مكه مكرمه ۱۳۹۸ھ

(۱۰) فی سبيل الهدیٰ و الرشاد. جده ۱۴۰۱ھ

(۱۱) قُل هٰذهٖ سبيلی. مدينه منوره ۱۴۰۲ھ

(۱۲) الدعوة الاسلامية، مكتبة الغزالی دمشق ۱۴۰۱ھ

(۱۳) ذكريات و مناسبات، دمشق ۱۴۰۱ھ

(۱۴) المُستشرقون بين الانصاف و العصبية. جده ۱۴۰۲ھ

(۱۵) ادب الاسلام فی نظام الأسرة، جده ۱۴۰۱ھ

(۱٦) الطالع السعيد، المنتخب من المسلسلاتِ و الاسانيد، جده ۱۴۰۲ھ

(۱۷) كشف الغمّة فی اصطناع المعروفِ و رحمة الأمة، جده ۱۴۰۱ھ۔

☆☆☆☆

سید محمد بن علوی مالکی جس موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں نہایت محنت و جستجو اور تحقیق و تفحص کے ساتھ اس کا پورا پورا حق ادا کرنے کی کوشش فرماتے ہیں۔ اور رب تبارک و تعالیٰ انھیں کامیابیوں سے نوازتا بھی ہے۔ اپنی ایک تصنیف "فضل المؤطا" کی تکمیل کے لئے جتنی ریاضت اور لگن سے مواد کی فراہمی کا کام کیا اس کے بارے میں خود تحریر فرماتے ہیں:

ثم لمّا تم العزم شمّرت عن ساق الجد، و شرعت فی ذلک بدون توقف لا يقطعنی عن الكتابة و المراجعة و البحث

حضر ولا سفر. لكثرة اسفاري. فكتبت فصولًا بمصر، و مكة المكرمة، و المدينة المنورة، و الطائف، و المغرب، و تونس، و الشام.[۴]

ایک مشہور استاذِ حدیث شیخ محمد ابوزھو آپ کی دینی و علمی شخصیت کے بارے میں لکھتے ہیں:

فان مؤلف هذا السِفر الجليل هو العلامة الفاضل الشيخ محمد علوی المالکی، احد العلماء النابهين و الشيوخ الاجلّة الذين لهم شغف بخدمة السنة النبوية، و عناية كبيرة باحاديث رسول الله صلی الله علیہ وسلم.[۵]

آپ علم و فضل کے ساتھ عشق و محبتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے وارث و امین، عظمت انبیا و مرسلین کے علمبردار، اولیا و صلحاے امت کی جلالتِ شان کے قدر شناس اور ان کی تعظیم و تکریم کے داعی و مبلّغ بھی ہیں۔

اسلاف کرام کی شان میں انگشت نمائی اور زبان درازی کرنے والوں سے آپ سخت نفرت رکھتے ہیں اور انھیں ان کی غلط حرکتوں سے باز رکھنے کی کوشش بھی فرماتے ہیں۔ خصوصاً اپنے دامن سے وابستہ ہونے والے کو یہ تلقین کرتے ہیں:

و اياك، ثم اياك ان تطلق لسانك فی آعراضهم، فانك ان فعلت ذلك فقد تظاهرت لهم بالعداوة. و قد قال الله تعالىٰ فی الحديث الصحيح القدسی (مَنْ عادیٰ لِیْ وليًا فقد اٰذنته بالُحربِ).

و قال بعض العارفين: "اذا ابتلی العبد بمعاصی الله ابتلاه بالوقيعة فی اولياء الله" و من هنا قال بعضهم: "لحوم العلماءِ مَسْمومة، وعادة الله فی منتقصيهم معلومة."[۶]

☆☆☆☆

۱۳ر ذوالحجہ ۱۴۰۲ھ/ ۱۹۸۲ء میں بعد نماز مغرب راقم سطور اور صدیق محترم مولانا افتخار احمد قادری نے مکہ مکرمہ میں آپ کے دولت کدے پر حاضری دی۔ شفقت و محبت اور کرم خاص سے

آپ نے نوازا۔ مبارک محفلِ نعت ومیلاد آراستہ تھی جو روزانہ کا معمول ہے۔ حجازی، یمنی اور انڈونیشی وملیشیائی مسلمان شریک محفل تھے۔ عربی نعت خواں جھوم کر نعتیں پڑھ رہے تھے اور رحمت ونور کی بارش ہو رہی تھی۔ اختتام محفل سے پہلے آپ نے ہم دونوں کو اپنی تصنیفات عنایت کیں۔ اور بہت سی اسانید و مُسلسلات کی تحریری اجازت بھی مرحمت فرمائی۔

ریاض (سعودی عرب) واپس آنے پر احقر نے آپ کے نام ایک عریضہ ارسال کیا۔ اس کے جواب میں جو کرم نامہ موصول ہوا اسی کے ترجمہ پر اس مختصر تعارف کا اختتام ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد علوی المالکی ۲۳ / ۲ / ۱٤۰۳ھ

خادم العلم الشریف بالبلد الحرام

حضرة المکرم الشیخ محمد یس حرسہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

اما بعد!

آپ کا کرم نامہ ملا جس سے بے پناہ خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو برکتیں عطا فرمائے۔ اپنے حفظ وامان میں رکھے اور امت مسلمہ کے لئے آپ کو نفع بخش بنائے۔ آمین۔

جن جلسوں اور کانفرنسوں میں مجھے مدعو کیا گیا یا جن میں میں نے شرکت کی وہ بکثرت ہیں۔ مشہور کانفرنسیں یہ ہیں:

(۱) الملتقی الاسلامی، ہفتم۔ الجزائر

(۲) جشن تعلیمی (دارالعلوم) ندوۃ العلما لکھنؤ (ہند)

مقالات پیش کرنے اور اجلاس میں شرکت کرنے کے لئے دنیا کے مختلف علاقوں سے مجھے دعوت ملی۔ مثلاً:

(۳) مرکز اسلامی۔ جاکرتا، انڈونیشیا (۴) مرکز جمعیات اسلامیہ، کناڈا (۵) ندوۃ الامام مالک۔ فاس۔ مراکش (۴) موتمر علما مالکیہ۔ لندن (۵) موتمر علماء مسلمین۔ مالابار۔ ہند

(بین الاقوامی) مقابلۂ قرآن حکیم، حکومتِ سعودی عرب کی تین کے بارصدارت کی پھر معذرت کردی۔ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے ثقافتی مواقع پر افتتاحی خطاب کے لئے دس سال تک میں نے شرکت کی۔

میں نے اپنی بیشتر کتابیں آپ کو اور شیخ افتخار (احمد قادری) کو دے دی ہیں۔ اس وقت مسجد حرام میں جن کتابوں کا درس دے رہا ہوں ان کے اسماء یہ ہیں۔ صحیح بخاری۔ سنن ابی داؤد، سنن ترمذی، بلوغ المرام۔ مؤطا امام مالک، المشکٰوۃ، اور تفسیر قرآن۔

والد محترم کی ولادت ۱۳۲۸ھ میں مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ ان کی مشہور تصانیف یہ ہیں:

(١) إبانة الاحكام شرح بلوغ المرام (٢) نيل المرام شرح عمدة الاحكام (٣) فيض الخبير فى اصول التفسير (٤) المواعظ الدينية (٥) نفحات الاسلام۔

میرے اساتذہ بہت ہیں۔ مشہور یہ ہیں (۱) میرے والد سید علوی عباس مالکی (۲) شیخ عمر حمدان (۳) شیخ محمد حبیب اللہ شنقیطی (۴) شیخ محمد علی مالکی (۵) شیخ عبدالقادر شلبی مدنی (۶) شیخ محمد عبدالباقی ایوبی لکھنوی ثم مدنی۔

اور بہت سے ہیں جنھیں اپنی ایک مخصوص کتاب میں ذکر کیا ہے۔ اس کتاب کی مراجعت کی جائے۔ هذا و بالله التوفيق۔ و دمتم۔

☆☆☆☆☆

سید محمد علوی مالکی کے مقالے "حول الاحتفالِ بالمولدِ النبوی الشریف" کا اردو ترجمہ بنام "جشن میلاد النبی ﷺ" مسلمانانِ ہند و پاک کی خدمت میں حاضر ہے تا کہ وہ اس کا مطالعہ کر کے میلاد النبی کی اصل حقیقت اور اس کی عظمت و برکت سے آگاہ رہیں۔ اور پیدا کیے جانے والے بیجا اختلافات اور پھیلائی جانے والی بدگمانیوں سے اپنے ذہن صاف رکھیں۔

الحمد للہ مکہ مکرمہ، مدینہ طیبہ، طائف، جدہ اور دیگر بلاد حجاز نیز دیگر عرب ممالک اور عالم اسلام کے اندر پورے اہتمام کے ساتھ محافلِ میلاد النبی ﷺ کا انعقاد ہوتا ہے جن میں ہر رنگ و نسل کے مسلمان شریک ہو کر برکات دارین سے نفع اندوز اور سعادت کونین سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔

رب کائنات اس سلسلۂ خیر و برکت کو تا حشر باقی رکھے۔ تمام مسلمانانِ عالم کو اپنے محبوب و مصطفےٰ ﷺ کی سچی محبت عطا فرمائے۔ اسلام و ایمان کی قندیلیں روشن رکھنے کی توفیق بخشے اور اپنے بے پایاں فضل و کرم سے نوازے۔ آمین یا ارحم الراحمین۔ بجاہ حبیبک و رسولک سیّد المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ و التسلیم و علی آلہٖ و صحبہٖ اجمعین۔

اختر الاعظمی۔ ریاض
جمعۃ المبارکہ۔ ۱۴؍ ربیع الآخر ۱۴۰۳ھ
مطابق ۲۸؍ جنوری ۱۹۸۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہیر عرب وعجم محدثِ حجاز حضرت الشیخ السید محمد بن علوی بن عباس المالکی الحسنی المکی بتاریخ ۱۴؍رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ مطابق ۲۹؍اکتوبر ۲۰۰۴ء اچانک اس عالم فانی سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے۔ انا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون۔

راقم سطور اور صدیق مکرم مولانا افتخار احمد قادری مصباحی (موجودہ شیخ الحدیث دار العلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ، ساؤتھ افریقہ) کو آپ کے گھر واقع مکہ مکرمہ کی روزانہ منعقد ہونے والی ایک محفل میلاد النبی (ﷺ) میں جب ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء میں شرکت کی سعادت ملی تو آپ نے اپنی کئی مطبوعہ کتابوں کے ساتھ مسلسلات و اسانید کریمہ کی اجازت سے بھی ہم دونوں کو نوازا تھا۔ ریاض سعودی عرب میں قیام کے زمانہ ہی میں آپ کی ایک مختصر سی کتاب "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" کا ترجمہ بنام ''جشن میلاد النبی'' راقم نے کیا جس کی ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء میں المجمع الاسلامی مبارکپور کی طرف سے پہلی اشاعت ہوئی۔ پھر ۱۹۸۴ء میں دہلی آکر قیام پذیر ہوا۔ ابھی دس گیارہ سال پہلے آپ کی مشہور زمانہ تصنیف "مفاهیم یجب آن تصحح" کا ترجمہ بھی بنام ''اصلاح فکر واعتقاد'' کیا۔ جس کی ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء میں رضوی کتاب گھر دہلی کی طرف سے پہلی اشاعت ہوئی۔ یہ دونوں کتابیں ہندو پاک میں شائع اور مقبول ہو چکی ہیں۔

۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء میں حضرت سید محمد علوی مالکی ہندوستان تشریف لائے تھے۔ مرکز الثقافۃ السنیۃ کالی کٹ صوبہ کیرالا کی دعوت پر اس کی کانفرنس میں آپ نے شرکت فرمائی۔ پھر ممبئی کا سفر کیا جہاں رضا اکیڈمی ممبئی نے آپ کے لئے استقبالیہ پروگرام کیا۔ وہاں سے آپ دہلی تشریف لائے اور جانشین مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد اختر رضا قادری رضوی ازہری مدظلہ العالی کی دعوت پر بریلی شریف پہنچ کر بڑی عقیدت کے ساتھ بارگاہ رضوی میں حاضری دی۔ اس سفر میں دہلی سے بریلی تک راقم سطور بھی آپ کا رفیقِ سفر تھا۔

آپ کے والد ماجد حضرۃ السید الشریف علوی بن عباس المالکی الحسنی المکی (متولد ۱۳۲۸ھ/ متوفی ۱۳۹۱ھ) ایک عظیم عالم و فاضل اور جلیل القدر محدث تھے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے خانوادۂ حسنیہ علویہ میں بعض ایسی احادیث و روایات بھی اب تک رائج و معمول ہیں جن کی سند اباً عن جدٍ عہد رسالت سے ہی چلی آرہی ہے۔ یہ بہت بڑا شرف و اعزاز ہے جو اس مبارک و مقدس خانوادہ کو صدیوں سے حاصل ہے۔

شیخ عبدالحلیم محمود شیخ الازہر الشریف قاہرہ مصر حضرۃ السید الشریف علوی بن عباس المالکی کے وصال (۱۳۹۱ھ) کے موقعہ پر خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

و السید علوی المالکی کان رحمۃ اللہ من دعائم الحرم المکی الشریف۔ و ان درسۃ العلمی المبارک بجوار باب السلام فی الحرم المکی الشریف الذی ورثۃ عن والدہٖ السید عباس المالکی۔ قد ازدھر بنور العلم۔ و نشرہ تفسیراً للقرآن الکریم، و شرحاً للحدیث الشریف، و فقھاً، ولغۃ، و ادباً (ص:۷۷، صفحات مشرقۃ۔ مکۃ المکرمۃ ۱٤۲٤ھ)

شیخ حسنین محمد مخلوف مفتی مصر و رکن مجلس تاسیسی رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ لکھتے ہیں:

السید علوی المالکی عالم جلیل۔ و فقیہ متبحر، و صدیق و فیّ۔ صادق الوعد، کریم المعشر، حسن اللقاء، محب للخیر، عطوف علیٰ البؤساء، دائب علی الوفاء، صادق فی القول و الفعل، مرموق بالاجلال و التوقیر من الخاصۃ و العامۃ۔ (ص۔۷۱، صفحات مشرقۃ)

حضرت علوی بن عباس مالکی کی متعدد دینی و علمی تصنیفات میں سے چند کے نام یہ ہیں:

(۱) حاشیۃ "فیض الخبیر علی شرح منظومۃ اصول التفسیر۔

(۲) فتح القریب المجیب علیٰ تھذیب الترغیب و الترھیب۔

(۳) المواعظ الدينية۔

(٤) العقد المنظم فی اقسام الوحی المعظم۔

(٥) المنهلُ اللطيف فی احکام الحديث الضعيف

(٧) نيل المرام تعليق على عمدة الاحكام

(٨) شرح بلوغ المرام۔

مشہور عربی ادیب شیخ محمد عمر خیاط آپ کے گھر مسلسل منعقد ہونے والی محافل میلاد النبی ﷺ کی یاد تازہ کرتے ہوئے اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ:

شیء مهم جدا ارید ان اضيفهٔ: کنا نجلس فی مجلس السيدعلوی فی مجلس المولد۔ و کان حاضراً فيه الشيخ حسن لبنی، و الشيخ زينی بویان، و عباس مقادمی، و کان اذا انشد المنشد استجمع الجميع بادب و وقار، بدونِ صياح، لأن الحاضرين يحسون بهيبة صاحب المولد، ويتصورون انه جالس معهم کما يقول صاحب المولد:

بتشخيصِ ذاتِ المصطفیٰ و هو حاضر

بایِ مقام فيه يذکر بل دان

و الجميع يجلس بالادب والوقار و الاستماع، کما يجلسون فی مجالس الملوك و الامراء، ولا احد يقدر ان يرفع صوته بالاستحسان و الاعجاب، احتراماً لکبير المجلس، او لکبراء المجلس من العلماء و الافاضل۔ بل احتراماً لصاحب الذکریٰ۔

و لهذا عند ذكر الولادة يقوم الناس فيما يسمّى بالقيام احتراماً للذكرى النبوية و ليس كما يتصور بعض الجهلة (ص١٨٦، صفحات مشرقة. مكة المكرمة ١٤٢٤ھ)

حضرت سید علوی مالکی (متوفی ۱۳۹۱ھ) کے فرزند جلیل حضرت سید محمد علوی مالکی (متوفی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء) کا دینی و علمی اثر و رسوخ عوام و خواص اور امرا و ملوک سب کے درمیان تھا۔ قطب مدینہ حضرت مولانا الشیخ محمد ضیاء الدین قادری مہاجر مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ (وصال ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء) کے صاحبزادۂ عظیم المرتبت حضرت مولانا فضل الرحمٰن قادری مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ طیبہ کی ایک ملاقات (۱۹۸۳ء) میں راقم سطور سے بیان فرمایا کہ:

مسلک اہل سنت پر ثبات و استقامت اور محفل میلاد کے اہتمام کی وجہ سے نجدی و سلفی شیوخ و علما حضرت سید محمد علوی مالکی سے عناد و مخاصمت رکھتے تھے اور ان کی کوشش ہوا کرتی تھی کہ کسی طرح حکام و امرائے نجد کو تیار کر کے آپ کے خلاف کچھ اقدام اور قید و بند کا سلسلہ شروع کیا جائے لیکن اہل حجاز کے درمیان آپ کی مقبولیت اور عالم اسلام کے متوقع احتجاج کی وجہ سے ایسا کوئی بڑا اضطراب انگیز قدم اٹھایا جانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ علما و شیوخ حرمین نے آپ کے وقار کو امرائے مملکت اور خود شاہ فہد پر واضح کرنے کے لئے ایک بار باہمی مشورہ کر کے ایک نہایت مناسب اور مؤثر تدبیر اختیار کی۔ انھوں نے طے کیا کہ فلاں موقعہ پر جب شاہ فہد مکہ مکرمہ کا دورہ کریں گے اور سبھی معروف علما و شیوخِ حجاز کچھ اہم امور پر تبادلۂ خیال کے لئے جس وقت فلاں مقام پر جمع ہوں گے اس وقت سب سے آخر میں حضرت سید محمد علوی تشریف لائیں گے اور ان کے احترام و اکرام میں سبھی علما و فضلا و شیوخِ حجاز کھڑے ہو جائیں گے۔ اس طرح شاہ فہد و دیگر ارکان حکومت اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے کہ اہل حجاز اپنے شیخ و مربی حضرت سید محمد علوی مالکی کا کتنا ادب اور کتنی توقیر کرتے ہیں۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا بھی کہ اس خاص محفل میں آپ سب سے آخر میں تشریف لائے اور سبھی علما و شیوخ حجاز آپ کو دیکھتے ہی جب کھڑے ہوئے تو انھیں کھڑا ہوتا ہوا دیکھ کر شاہ فہد خود بھی کھڑے ہو گئے۔

ایک ملاقات میں قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی صدر جمعیۃ علماے پاکستان (وصال دسمبر ۲۰۰۳ء) نے مجھ بیان فرمایا کہ:

نجدی علما جب حضرت سید محمد علوی مالکی کی محققانہ تصانیف اور اظہار حق سے پریشان اور نالاں ہوئے تو انھوں نے ایک بڑا وفد لے کر شاہ فہد سے ملاقات کی اور ان کے خلاف شکایات کا دفتر کھول دیا۔ شاہ فہد نے سب کچھ سننے کے بعد صرف ایک جملہ کہا کہ: خلّوا سبیلہٗ۔ انھیں چھوڑ دو وہ جو کر رہے ہیں انھیں کرنے دو۔ یہ فیصلہ کن شاہی حکم سن کر نجدی و سلفی وفد خائب و خاسر ہو کر کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔

سابق وزیر حکومتِ سعودی عرب ڈاکٹر محمد عبدہٗ یمانی اپنے محترم و مکرم استاذ حضرت الشیخ علوی بن عباس مالکی (متوفی ۱۳۹۱ھ) کو اپنے ایک مضمون میں اس طرح خراج عقیدت پیش کرتے ہیں:

> رُجل منّ رجالات العلم، و عَلم من أعلام مكة المكرمة، و عالم من علماء الحرم المكي الشريف، و كانت له حلقات خاصة به، يفِد اليها من أهل مكة المكرمة، و ينتفعون بذالك العلم، يتناقلونه بينهم، و يصحبون أولادهم الىٰ هذه الحلقات، كما كان له عنايةٌ خاصة بالطلاب الوافدين من خارج المملكة، من اليمن، و حضر موت، و أندونيسيا، و ماليوزيا، و من البلاد الأفريقية، و كان يرعاهم رعاية خاصة. و يحنو عليهم، و يأخذ بأيديهم (ص:٢٢، صفحات مشرقة. مكة المكرمة ١٤٢٤ﻫ)

چند سطروں کے بعد اس مدح و تحسین کے ضمن میں اپنے استاذ زادہ حضرت الشیخ السید محمد علوی مالکی (متوفی ۱۴۲۵ھ/۲۰۰۴ء) کا ذکر کرتے ہوئے محمد عبدہٗ یمانی لکھتے ہیں:

> و سبحان الله الذى غرس فى ذرّية هذا العالم الجليل حُب العلم و العلماء، و خدمة السيرة النبوية، فبرز العالم الجليل السيد الدكتور محمد علوى المالكى رجل علم، فهو فقيه

ومحدث، و من علماء مكة المكرمة۔ و قد شرّفهٗ الله فجعل بيتهٗ مدرسة لطلاب العلم من أهل مكة المكرمة الذين يحضرون لتلقي دروس خاصة فى الحديث، و السيرة النبوية، و الفقه، و الذين يأتون الىٰ مكة المكرمة، فكان حريصاً علىٰ اكرامهم، و تزويدهم بكل مايلزمهم من نفقاتٍ، و يُوفّر لهم الامكانات للدارسة و الاقامة، ثم يتخرجون فيعودون الىٰ بلادهم لنشر العلم و المعرفة۔ (ص۲۲۔ صفحات مشرقة ۔مكة المكرمة ١٤٢٤ه)

زیر نظر کتاب میں آپ کی شہرۂ آفاق کتاب "مفاهيم يجب ان تصحح" جس کے ایک درجن سے زیادہ عربی ایڈیشن نکل کر عالم عرب میں مقبول ہو چکے ہیں اس کا ایک مختصر حصہ جو میلاد نبوی سے متعلق ہے اسے اپنے ترجمہ اردو بنام "اصلاح فکر واعتقاد" سے یہاں نقل کرنا اور شریک اشاعت کرنا میں نے مناسب سمجھا تا کہ مزید اختصار کے ساتھ اس موضوع کے اہم نکات قارئین کے سامنے آجائیں۔ واضح رہے کہ "اصلاحِ فکر واعتقاد" کے بھی متعدد ایڈیشن ہند و پاک میں نکل کر مقبول ہو چکے ہیں۔

رب کائنات اپنے حبیب پاک ﷺ کے صدقہ وطفیل میں اس دینی خدمت کو قبول فرماتے ہوئے مسلمانِ عالم کے لئے اسے باعثِ برکت وسعادت اور مؤلف ومترجم کے لئے ذریعۂ نجات وذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین

یٰسٓ اختر مصباحی
بانی وصدر دار القلم دہلی
ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵
Ph: 011-26986872
Fax: 011-26987184
Mob: 09350902937

یوم جمعہ۔ ۱۰ جمادی الآخرہ ۱۴۲۷ھ/ مطابق ۷ رجولائی ۲۰۰۶ء

جشنِ میلادالنبی ﷺ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محفلِ میلاد النبی ﷺ کے سلسلے میں کافی چہ میگوئیاں ھیں

اس معاملے میں (اختلافی) گفتگواس قصیدہ کی طرح ہے جس کا ہر سال شہرہ اور چرچا ہو اور جو ہر موسم میں پڑھا جائے یہاں تک کہ لوگ اس سے اکتا جائیں۔

میرا اور دوسرے علماو مسلم دانشوروں کا ذہن اس وقت جس طرف متوجہ ہے وہ اس سے کہیں زیادہ اہم اور بڑی چیز ہے اس لئے میں اس موضوع پر کچھ لکھنا نہیں چاہتا تھا۔ لیکن جب بہت سے مسلمانوں نے اس سلسلے میں خصوصیت کے ساتھ میری رائے جاننی چاہی جس کا اظہار نہ کرنا کتمانِ علم ہوتا تو میں نے اس موضوع پر لکھنا شروع کیا۔

مولیٰ عزّ وجل سے دعا ہے کہ وہ سارے مسلمانوں کو حق وصواب پر استقامت عطا فرمائے۔ آمین۔

بنیادی وضاحت

محفل میلاد النبی اور اس میں شرکت کے جواز کی دلیلیں بیان کرنے سے پہلے مندرجہ ذیل مسائل کی وضاحت بہتر سمجھتا ہوں۔

اوّل: ہم اس کے قائل ہیں کہ محفل میلاد النبی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام منعقد کرنا، سیرت نبوی علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سننے صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور آپ کی نعتیں سننے کے لئے اجتماع کرنا، اس موقع پر کھانا کھلانا، اور امّت مسلمہ کے قلوب میں مسرّت پیدا کرنا بلاشبہ جائز ہے۔

دوم: کسی ایک ہی مخصوص شب میں جلسۂ میلاد النبی کو ہم سنّت نہیں کہتے ہیں بلکہ جو اس کا اعتقاد رکھے اس نے دین میں ایک نئی بات پیدا کی۔ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کے ذکر وفکر اور آپ کی

محبت والفت سے دلوں کا ہمہ وقت اور ہر لمحہ لبریز رہنا ضروری ہے۔

ہاں! آپ کی ولادت کے مہینے میں لوگوں کی توجہ اور چھلکتے ہوئے جذبات واحساسات کے اسباب و دواعی زیادہ مضبوط اور قوی ہوجاتے ہیں کیوں کہ زمانہ ایک دوسرے سے مربوط ہوتا ہے۔ موجودہ موقع اور کوئی مناسبت کو دیکھ کر لوگ گذشتہ کو یاد کرتے ہیں اور حاضر کو پاکر غائب کی طرف ان کا ذہن منتقل ہونے لگتا ہے۔

سوم: یہ محافل واجتماعات، دعوۃ الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اور یہ ایک سنہری موقع ہے جس کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہیے بلکہ علما و مبلغین کا فرض ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اخلاق وآداب، احوال و کردار اور عبادات و معاملات کے ذکر و بیان کے ذریعہ امت مسلمہ کو آپ کی یاد دلاتے رہیں۔ اسے نصیحت کرتے رہیں۔ اسے خیر و فلاح کی دعوت دیتے رہیں۔ اور بلا و آزمائش، منکر و بدعت اور شر و رو فتن سے امت مسلمہ کو متنبہ کرتے اور اسے ڈراتے رہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کا فضل وکرم ہے کہ ہم مسلمانوں کو اس کی دعوت دیتے ہیں۔ اس میں حصہ لیتے ہیں۔ اور لوگوں سے کہتے ہیں کہ

اے لوگو! ان اجتماعات سے محض اجتماعات و مظاہر مقصود نہیں۔ بلکہ یہ ایک نہایت اچھے مقصود کے لئے ایک بہترین ذریعہ اور وسیلہ ہیں۔ اور وہ مقاصد فلاں اور فلاں ہیں۔ اور جو اس سے اپنے دین کے لئے کچھ نہ حاصل کرے وہ میلاد مبارک کی برکتوں سے محروم ہے۔

جواز محفل میلاد النبی کے دلائل

(۱) جشن میلاد النبی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ذات مصطفےٰ ﷺ کے تعلق سے اظہار مسرت وخوشی کا نام ہے۔ جس سے کافر بھی مستفید ہوا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ ہر دوشنبہ کے روز ابولہب کا عذاب کم کردیا جاتا ہے کیوں کہ جب اس کی لونڈی ''ثویبہ'' نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تولد کی خوش خبری دی تو ابولہب نے اسے آزاد کردیا تھا۔

اسی واقعہ کے سلسلے میں حافظ شمس الدین محمد بن ناصر الدین دمشقی بیان فرماتے ہیں:

اذا كان هذا كافرا جاء ذمه   به "تبّتْ يداه" في الجحيم مخلدا

اتى أنه في يوم الاثنين دائما   يخفف عنه للسرور بأحمد ا

فماالظن بالعبد الذي كان عمره   باحمد مسرورا ومات موحّدا

جہنم میں ہمیشہ رہنے والا جس کی مذمت میں "تبت یدا" نازل ہے اس کے بارے میں جب یہ آیا ہے کہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت پر خوش ہونے کے سبب دوشنبہ کے روز ہمیشہ اس کا عذاب کم کر دیا جاتا ہے تو اس بندے کے سلسلے میں کیا خیال ہے جس کی پوری زندگی احمد مجتبیٰ ﷺ کی محبت میں مسرور سرشار رہی ہو اور وہ توحید کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوا ہو۔

(۲) نبی کریم ﷺ اپنے یوم میلاد کی تعظیم کیا کرتے اور اس روز اپنے اوپر اللہ تبارک وتعالیٰ کی نعمت کبریٰ اور اس کائنات کے لئے اپنے وجود مبارک کے احسان پر اس کا شکر بجالایا کرتے تھے کیوں کہ اس سے ہر مخلوق خدا کو عزت وسعادت ملی ہے۔

اس تعظیم کا اظہار روزہ رکھ کر کیا کرتے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دوشنبہ کے روزے کے سلسلے میں پوچھا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

فيه ولدت، و فيه انزل عليّ۔ ۸

میں اسی روز پیدا ہوا اور اسی روز مجھ پر وحی نازل کی گئی۔

یہ جشن میلاد النبی منانے کا مرادف ہے۔ ہاں صورت البتہ مختلف ہے۔ لیکن مقصود ومفہوم وہی ہے خواہ وہ روزے رکھ کر ہو یا کھانا کھلا کر یا ذکر کے لئے اجتماع کر کے یا آپ پر درود بھیج کر یا آپ کے خصائص وعادات مبارکہ سُن کر ہو ہر ایک میں وہی بات پائی جاتی ہے۔

(۳) آپ کی ذات مبارکہ پر خوشی منانا تو حکم قرآن سے مطلوب ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قل بفضل الله و برحمته فبذا لك فليفرحوا۔ ۹

تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت پر چاہیے کہ خوشی کریں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رحمت پر ہمیں خوشی منانے کا حکم دیا ہے اور نبی کریم ﷺ تو عظیم ترین رحمت ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے۔

و ما ارسلناك الا رحمة لِلعلمين۔[۱۰]

اور ہم نے تمھیں سارے جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔

(۴) نبی کریم ﷺ گذرے ہوئے عظیم مذہبی واقعات وحوادثات سے حالیہ زمانہ کے تعلق کا لحاظ فرماتے۔ اس لئے جب وہ زمانہ آئے جس میں یہ واقعات پیش آئے تھے تو یہ ان واقعات کی یاد اور ان کے ایام کی تعظیم کا موقع ہوتا ہے۔ ان دنوں کی تعظیم، ان سے متعلق واقعات کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ وہ ایام ان کا ظرف ہیں اور انھیں ایام میں وہ واقعات پیش آئے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے خود یہ قاعدہ متعین فرمایا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں تصریح فرمائی کہ جب آپ مدینہ طیبہ پہنچے اور یہودیوں کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے دیکھا تو اس کے بارے میں آپ نے استفسار فرمایا۔ لوگوں نے کہا کہ یہودی اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ عاشورہ کے دن اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی کو نجات بخشی اور ان کے دشمن کو غرق فرمایا۔ اس نعمت پر شکر ادا کرنے کے لئے اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آپ نے ارشاد فرمایا! ہم تو موسیٰ علیہ السلام سے ان کے مقابلے میں زیادہ قریب ہیں۔ پھر آپ نے اس دن روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(۵) میلاد النبی کی محفل عہد رسالت میں نہیں ہوا کرتی تھی اس لئے یہ بدعت تو ہے لیکن بدعت حسنہ ہے۔ کیوں کہ دلائل شرعیہ اور قواعد کلیہ کے تحت یہ داخل ہے۔ اس لئے یہ صرف اپنی ہیئت اجتماعی کے اعتبار سے بدعت ہے اپنے اجزا کے اعتبار سے نہیں۔ کیوں کہ اس کے اجزا عہد نبوی میں بھی پائے جاتے ہیں جیسا کہ ان شاء اللہ ہم جلد ہی بیان کریں گے۔

(٦) میلاد النبی، صلوٰۃ وسلام کا سبب ہے اور یہ دونوں امر مطلوب ہیں کیوں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ان اللّٰہ و ملئکتہ یصلون علی النبی یایھا الذین اٰمنوا

صلوا علیہ و سلموا تسلیما۔!!

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

جو چیز مطلوب شرعی کا باعث ہو وہ خود مطلوب شرعی ہے۔ اور آپ پر درود بھیجنے کے اتنے فوائد و برکات ہیں کہ ان کے مظاہر انوار اور ان کے آثار کا شمار کرانے سے قلم عاجز ہو کر محراب بیان میں سجدہ ریز ہے۔

(۷) محفلِ میلاد النبی، آپ کی ولادت شریفہ، معجزات جلیلہ اور سیرت طیبہ کے تذکرے، اور آپ کی تعریف و توصیف پر مشتمل ہوا کرتی ہے۔ تو کیا ہمیں اس کا حکم نہیں دیا گیا ہے کہ ہم حضور کو پہچانیں، ان کی اتباع کریں، ان کے افعال و اعمال کی پیروی کریں؟ حضور کے معجزات پر ایمان لائیں اور ان کی آیات بیّنات کی تصدیق کریں؟ کتب میلاد بھی یہی مطلوب و مقصود و مکمل طور پر پورا کرتی ہیں۔

(۸) آپ کے اخلاق فاضلہ اور اوصاف کاملہ بیان کرنے کا عائد شدہ فریضہ اس محفلِ میلاد النبی کے ذریعہ پورا ہوتا ہے۔ خود نبی کریم ﷺ کے پاس شعرا اپنے قصائد لاتے تھے جن کا یہ عمل آپ پسند فرماتے تھے اور انھیں انعامات اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔

جب آپ اپنے مدّاحوں سے خوش ہوتے تھے تو اس شخص سے کیوں نہ خوش ہوں گے جو آپ کی مقدس عادات و خصائل کو منتخب کر کے پیش کرے۔ اس میں تو آپ کی محبت اور رضامندی کی تحصیل سے آپ کا قرب بھی حاصل ہوتا ہے۔

(۹) آپ کی عادات و شمائل اور معجزات و خوارق کی معرفت آپ پر کمال ایمان اور اضافۂ محبت کی داعی ہے کیوں کہ یہ انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ جو شخص صورت و اخلاق، علم و عمل، حال و اعتقاد میں جمیل ہو اس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ سے زیادہ حسین و جمیل اور کامل و مکمل کوئی نہیں اور نہ اخلاق و عادات کریمہ میں کوئی انسان آپ سے افضل ہے۔ جب اضافۂ محبت اور کمال ایمان شرعاً مطلوب ہیں تو جو چیز ان کی داعی ہو وہ بھی اسی طرح مطلوب ہے۔

(۱۰) نبی کریم ﷺ کی تعظیم مشروع ہے۔ اور مسرت و شادمانی، دعوت طعام، جلسۂ ذکر و منقبت، اور احسان و اعانتِ فقرا و مساکین کے ذریعہ آپ کے یوم ولادت کی خوشی منانا تعظیم و ابتہاج کا نمایاں مظہر ہے اور اس امر پر شکر خداوندی کا روشن نمونہ بھی ہے کہ اس نے ہمیں اپنے دین مستقیم کی ہدایت دی اور ہمارے اندر حضور ﷺ کو مبعوث فرما کر ہم پر احسان عظیم فرمایا۔

(۱۱) یوم جمعہ کی فضیلت اور اس کی خصوصیات کے شمار میں نبیِ کریم ﷺ کے ارشاد مبارک "و فیہ ولد اٰدم" سے اس دن کی تکریم متحقق ہوتی ہے جس میں نبی کی پیدائش ثابت ہو۔ تو وہ دن کس قدر شرافت و کرامت والا ہوگا جس میں افضل النبیین واشرف المرسلین ﷺ اس خاکدان عالم میں جلوہ افروز ہوئے؟

یہ تعظیم بعینہ اسی دن کے لئے مخصوص نہیں بلکہ اس دن کے لئے خصوصاً اور اس کی نوع کے لئے عموماً ہے اس لئے جب جب وہ دن آئے گا قابل تعظیم ہوگا جیسا کہ یوم جمعہ کا حال ہے کہ اس روز کی نعمت کے شکر، خصائص نبوت کے اظہار، اور صحیفۂ دوام و تاریخ انسانیت میں اہم اصلاح والے عظیم تاریخی واقعات کو زندہ رکھنے کے لئے یہ تعظیم ہوا کرتی ہے۔ ٹھیک ایسے ہی جیسے ایک نبی کی جائے پیدائش کی تعظیم کا حکم جبریل امین علیہ السلام کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے جس میں انھوں نے نبیِ کریم ﷺ سے عرض کیا کہ آپ بیت اللحم میں دو رکعت نماز ادا فرمائیں۔ پھر آپ سے پوچھا کہ کیا آپ نے جانا کہ کہاں نماز پڑھی؟ ارشاد فرمایا! نہیں۔ تو جبریل امین نے عرض کیا! آپ نے "بیت لحم" میں نماز پڑھی جہاں حضرت عیسیٰ کی ولادت ہوئی۔ (رواہ النسائی)

(۱۲) میلاد النبی کو ساری دنیا کے علمائے کرام اور عامۂ مسلمین مستحسن سمجھتے ہیں اور ہر جگہ اس پر عمل ہو رہا ہے۔ جو حضرت ابن مسعود کی اس حدیث موقوف سے ماخوذ قاعدہ کے مطابق شرعاً مطلوب ہے۔

ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن و ما رآہ المسلمون قبیحا فھو عندہ اللہ قبیح۔ [۱۲]

جس چیز کو مسلمان اچھی سمجھیں وہ خدا کے یہاں اچھی ہے اور جسے مسلمان بری سمجھیں وہ خدا کے یہاں بری ہے۔

(۱۳) میلاد النبی، نبی کریم ﷺ کی یاد، آپ کی مدح و تعظیم اور نیکی و صدقہ کی مجلس ہے اس لئے یہ مجلس سنت ہے کیوں کہ یہ امور شرعاً مطلوب و ممدوح ہیں۔ صحیح آثار و احادیث اس سلسلے میں وارد ہیں اور ان پر عمل کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے۔

(۱۴) رب تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَ كُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ۔ ۱۳؎

اور سب کچھ ہم تمھیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں۔ جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرسلین عظام علیہم السلام کے اخبار و واقعات بیان کرنے کی حکمت آپ کے قلب مبارک کو سکون و قرار بخشنا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضور ﷺ سے زیادہ ہمیں اس کی ضرورت ہے کہ آپ کے واقعات و حالات سے ہم اپنے دلوں کو قرار و تسکین پہنچائیں۔

(۱۵) یہ صحیح نہیں ہے کہ صدر اول میں جو چیز نہ ہو اور جسے اسلافِ کرام نے نہ کیا ہو وہ ہر حال میں بدعت سیۂ ہے جس کا کرنا حرام اور اس کی تردید واجب ہے۔

بلکہ واجب یہ ہے کہ ہر نئی چیز کو ادلۂ شرعیہ پر پیش کیا جائے۔ اگر وہ کسی مصلحت دینی پر مشتمل ہے تو واجب، حرام پر ہے تو حرام۔ مکروہ پر ہے تو مکروہ، مباح پر ہے تو مباح، یا مندوب پر ہے تو مندوب ہے۔ وللوسائل حکم المقاصد۔

پھر یہ کہ علمائے کرام نے بدعت کو پانچ اقسام پر تقسیم کیا ہے:

واجب: جیسے اہل زیغ و ضلال کا رد کرنا اور علم نحو سیکھنا۔

مندوب: جیسے مدارس اور مسافر خانے قائم کرنا، میناروں (منذنوں) پر اذان دینا اور ایسا کوئی نیک کام کرنا جو صدر اول میں نہ ہوا ہو۔

مکروہ: جیسے مساجد کو رنگ و روغن سے مزین کرنا، اور مصاحف کو آراستہ کرنا۔

مُباح: جیسے چھلنی کا استعمال اور کھانے پینے کی چیزوں میں توسع اختیار کرنا۔

حرام: جو چیز سنت کی مخالفت کے لئے ایجاد کی گئی ہو۔ ادلۂ شرعیہ اسے شامل نہ ہوں۔ اور کسی دینی وشرعی مصلحت پر مشتمل نہ ہو۔

(۱۶) ہر بدعت حرام نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت زید رضی اللہ عنھم کا جمع قرآن اور قراء صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی شہادت کے بعد ضیاع کے خوف سے اسے مصاحف میں لکھنا بھی حرام ہوتا۔ اور نماز تراویح میں ایک امام کے پیچھے لوگوں کو جمع کرنا بھی حرام ہوتا جسے حضرت عمر نے انجام دیا۔ اور "نعمت البدعة هذه فرمایا۔

اسی طرح تمام علوم نافعہ میں تصنیف وتالیف کا کام بھی حرام ہوتا۔ اور ہم پر واجب ہوتا کہ کفار کے ساتھ تیر کمان سے ہی جنگ کریں خواہ وہ گولیوں، توپوں، ٹینکوں، ہوائی جہازوں، آبدوز کشتیوں اور بحری بیڑوں کے ساتھ ہم سے جنگ کرتے رہیں۔

میناروں (مئذنوں) پر اذان دینے، مدارس، مسافر خانے اور شفا خانے بنانے، فلاحی امور انجام دینے، یتیم خانے اور قید خانے تعمیر کرنے، بھی حرام ہوتے۔

اسی لئے علمائے کرام رضی اللہ عنھم نے حدیث کل "بدعة ضلالة" کو بدعت سیئہ سے مقید کر دیا ہے اور اس قید کی صراحت اس سے ہوتی ہے کہ اکابر صحابہ وتابعین رضی اللہ عنھم اجمعین نے بہت سارے ایسے کام ایجاد کیے جو زمانۂ رسالت مآب ﷺ میں نہ تھے۔

آج خود ہم نے ایسے بے شمار مسائل پیدا کر لیے ہیں جنھیں اسلاف کرام نے نہیں کیا۔ جیسے نماز تراویح کے بعد نماز تہجد کے لئے آخر شب میں کسی ایک امام کے پیچھے لوگوں کا اجتماع کرنا اور اس میں قرآن ختم کرنا۔

اسی طرح ختم قرآن کی دعا پڑھنا، ستائیسویں شب کو نماز تہجد میں امام کا خطبہ دینا، اور منادی کا صلوٰة الصیام اثابکم اللہ کہنا، یہ سب نبی کریم ﷺ نے کیا اور نہ ہی اسلاف میں سے کسی نے کیا تو کیا ہمارا یہ عمل بدعت ہے؟

(۱۷) حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ما احدث و خالف کتاباً او سنة او اجماعاً و اثراً فهو البدعة الضالة۔ و ما احدث من الخير و لم يخالف شيئاً من ذلك فهو المحمود.

جو نئی چیز کتاب یا سنت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہو وہ بدعت ضلالت ہے۔ اور جس نئی چیز میں خیر ہو اور وہ ان میں سے کسی کے خلاف نہ ہو وہ محمود ہے۔

امام عزالدین بن عبدالسلام، امام نووی اور ابن اثیر بھی اس تقسیم بدعت کے قائل ہیں جس کی طرف پہلے ہم نے اشارہ کیا۔

(۱۸) ہر چیز جو دلائل شرعیہ کے مطابق ہو اور اس کے احداث سے شریعت کی مخالفت مقصود نہ ہو اور نہ کسی امر منکر پر مشتمل ہو وہ دین ہی سے ہے۔

اور تعصب پسند شخص کا محض یہ کہنا کہ ''اسے اسلاف نہیں کیا'' کوئی دلیل نہیں۔ بلکہ یہ تو عدم دلیل ہے۔ جیسا کہ علم اصول کی مشق و ممارست رکھنے والے حضرات پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔ خود شارع علیہ السلام نے بدعتِ ھدیٰ کو سنت کا نام دیا ہے۔ اور اس کے کرنے والے کے لئے اجر کا وعدہ کیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

من سن في الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعده كتب له مثل اجر من عمل بها و لا ينقص من أجورهم شيء.

جو شخص اسلام میں کوئی ''سنت حسنہ'' (اچھا طریقہ) پیدا کرے اور پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اسے اس پر سب عمل کرنے والوں کے برابر اجر دیا جائے گا اور ان میں سے کسی کا اجر کم نہ کیا جائے گا۔

(۱۹) محفل میلاد اصلاً محمد مصطفےٰ ﷺ کی یاد تازہ کرنی ہے۔ اور ہمارے نزدیک اسلام میں یہ ایک امر مشروع ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ اکثر اعمال حج، تاریخی یادگاروں اور پسندیدہ جگہوں کی یاد تازہ کرنے کا نام ہیں۔ سعی بین الصفا والمروہ، رمیِ جمار، قربانیِ منیٰ، یہ سب گذرے ہوئے

واقعات ہیں۔اور مسلمان عملاً اس کی تجدید کر کے ان کی یاد تازہ کرتے رہتے ہیں۔

(۲۰) مشروعیتِ میلاد کے گذشتہ اسباب ووجوہ صرف اسی میلاد کے لئے ہیں جو منھیات و منکرات سے خالی ہوں۔

ہاں! جو میلاد امور منکرہ پر مشتمل ہو مثلاً مرد وزن کا اختلاط، محرمات کا ارتکاب، اور حد شرع سے تجاوز جسے صاحب میلاد ﷺ ناپسند فرمائیں اس کی تحریم وممانعت میں کوئی شک نہیں۔ کیوں کہ یہ محرمات منکرات پر مشتمل ہے۔لیکن یہ تحریم بالعارض ہے بالطبع اور بالذات نہیں، جیسا کہ غور و فکر کرنے والے حضرات پر یہ بات پوشیدہ نہیں۔

میلاد النبی کے بارے میں شیخ ابن تیمیہ کی رائے

ابن تیمیہ کہتے ہیں: بعض لوگوں کو میلاد کرنے پر ثواب دیا جائے گا۔اسی طرح بعض لوگ میلاد عیسیٰ علیہ السلام میں نصاریٰ کے تقابل یا نبی کریم ﷺ کی تعظیم ومحبت میں کچھ نئی باتیں کرتے ہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ انھیں اس محبت ومحنت کا بدلہ دے گا۔ بدعتوں پر نہیں۔

پھر کہا: کچھ مشروع چیزوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بعض اعمال میں خیر اور بدعت وغیرہ کے شامل ہونے سے اس میں شر بھی ہوتا ہے۔تو وہ عمل دین سے روگردانی کے سبب شر ہوگا۔ جیسے منافقوں اور فاسقوں کی حالت ہوتی ہے۔عہد اخیر میں امت کے اکثر افراد اس میں مبتلا ہوئے۔ یہاں دو امور کو لازم سمجھنا چاہیے۔

اوّل: اپنے اور مطیعوں کے اندر ظاہراً و باطناً تمسک بالسنۃ کی حرص رکھو۔ نیکی اور بھلائی کو پہچانو اور برائی کو ناپسند سمجھو۔

ثانی: لوگوں کو حتی الامکان سنت کی دعوت دو اور اگر کسی کو ایسا دیکھو کہ وہ ایک برائی کو چھوڑ کر اس سے بُری چیز اختیار کرے گا تو ایسی صورت میں اس برائی کو چھوڑنے کی دعوت نہ دو کہ وہ اس کو چھوڑ کر اس سے بُری چیز اختیار کرلے۔ یا کوئی واجب یا مستحب چھوڑ دے کہ وہ اس سے زیادہ نقصان دہ ہے۔

اور جب بدعت میں کسی طرح کی کوئی بھلائی ہو تو حتی الامکان اس کے بدلے میں کوئی خیر مشروع پیش کرو کیوں کہ طبیعتیں کوئی دوسری چیز پائے بغیر پہلی چیز کو نہیں چھوڑتیں۔ اور کسی کو کوئی بھلائی نہیں چھوڑنی چاہیے تاوقتیکہ وہ اس جیسی یا اس سے بہتر کوئی بھلائی نہ پالے۔

اس کے بعد کہا: بعض لوگ میلاد النبی کی تعظیم کرتے ہیں اور اُسے موسم سرور و بہجت قرار دیتے ہیں۔ اس میں حُسن نیت اور تعظیم رسول ﷺ کی وجہ سے ان کے لئے اجر عظیم ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ کچھ مسلمانوں کے لئے وہ کام اچھا ہوتا ہے جو مومن مستقیم کے لئے بُرا سمجھا جاتا ہے۔

امام احمد سے کسی امیر کے بارے میں کہا گیا کہ اس نے ایک مصحف پر ایک ہزار دینار خرچ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا! جانے دو۔ یہ ان سب مصارف سے بہتر ہے جس میں اس نے سونا خرچ کیا او کما قال۔ جب کہ آپ کا مسلک ہے کہ مصحف کی تزئین و آرائش مکروہ ہے۔

کچھ لوگوں نے اس کی تاویل کی ہے کہ اس امیر نے تجدید کاغذ و کتابت میں یہ خرچ کیا۔ اور امام احمد کا یہ مقصود نہیں بلکہ ان کا مقصد یہ ہے کہ کام میں مصلحت خیر بھی ہے اور فساد و ضرر بھی جس کی وجہ سے اسے مکروہ سمجھا گیا۔ اھ

☆☆☆☆☆☆

میلادالنبی کا مفہوم ! میری نظر میں

میں سمجھتا ہوں کہ محفل میلادالنبی کی کوئی مخصوص کیفیت نہیں کہ صرف اس کا التزام کیا جائے اور اسی کو لوگوں پر لازم قرار دیا جائے۔ بلکہ ہر وہ کام جو لوگوں کو دعوتِ خیر دے ہدایت پر جمع کرے اور انھیں دینی و دنیوی منفعت کی راہ دکھلائے اس سے میلادالنبی کا مقصود پورا ہو جاتا ہے۔

مدائح سننے کے لئے بھی اگر ہم جمع ہوں جن میں ذکر و نعت حبیب (ﷺ)، آپ کے جہاد فی سبیل اللہ اور فضائل و خصائل حمیدہ سنے اور سنائے جائیں۔ (اور واقعات میلادالنبی نہ بھی پڑھیں جنھیں لوگ پسندیدہ اور رائج سمجھ کر عام طور پر پڑھتے ہیں یہاں تک کہ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کے بغیر میلادالنبی کی محفل نامکمل رہ جاتی ہے) ان مذکورہ چیزوں کے ساتھ خطیبوں اور واعظوں کے مواعظ و ارشادات اور قراء کی تلاوت قرآن حکیم بھی سنیں تو یہ سبھی چیزیں میلادالنبی شریف میں داخل ہیں اور میلادالنبی کا مفہوم اس سے بھی پورا ہو جاتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس سے کسی کو اختلاف نہ ہوگا۔

قیام میلاد النبی ﷺ

محفل میلاد النبی کے اندر دنیا میں حضور کی تشریف آوری کے بیان اور ذکر ولادت کے وقت قیام کرنے کے سلسلے میں بعض (مخالف) حضرات کا نہایت باطل اور بے بنیاد خیال ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ عالم تو کجا، جاہل سے جاہل مسلمان جو میلاد شریف میں حاضر ہو کر قیام کرتا ہے اس کے نزدیک بھی اس کی کوئی اصل نہیں۔

ان کا فاسد خیال اور باطل الزام یہ ہے کہ لوگ اس اعتقاد کے ساتھ قیام کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ خاص اُس ذکر پیدائش کے لمحات میں اپنے جسم مبارک کے ساتھ بنفس نفیس اس محفل میں تشریف لاتے ہیں۔ اور بعض مخالفین مزید بدگمانی میں یہ سمجھتے ہیں کہ خوشبودار اگربتی وغیرہ آپ ہی کے لئے ہوتی ہے اور وسط محفل میں رکھا جانے والا پانی آپ کے پینے کے لئے ہوتا ہے۔

یہ خیالات اور بدگمانیاں کسی سمجھدار مسلمان کے دل میں نہیں پیدا ہوتی ہیں۔ ہم ان باتوں سے خدا کی بارگاہ میں اظہار برأت کرتے ہیں۔ کیوں کہ ان کے اندر شان نبوی میں جرأت و جسارت اور گستاخی پائی جاتی ہے۔ اور آپ کے جسم مبارک پر ایسا حکم لگتا ہے جس کا اعتقاد کوئی عاقل نہیں رکھتا مگر افترا پرداز ملحد (جو باتیں اپنی طرف سے گڑھ کر مسلمانوں کے سر ڈالتا ہے) برزخی امور تو صرف اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ جانتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اس سے بلند و بالا اور اکمل واعلیٰ ہیں کہ آپ کے بارے میں یہ کہا جائے کہ وہ قبر مبارک سے نکل کر فلاں وقت فلاں مجلس میں اپنے جسم مبارک کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ محض افترا ہے اور اس میں ایسی جرأت و بے ادبی اور برائی ہے جو کسی کینہ پرور دشمن یا عناد پرست جاہل ہی سے ظاہر ہو سکتی ہے۔

ہاں! ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ زندہ ہیں اور آپ کی شایان شان آپ کو مکمل برزخی زندگی حاصل ہے۔ اور یہ بھی ہمارا عقیدہ ہے کہ آپ کی روح مبارک کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی

حکومت وملکوت میں سیاح اور گردش کناں ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ مجالسِ خیر اور محافلِ علم و اذکار میں حاضر ہو۔ آپ کے متبع مخلص مومنین کی روحوں کا بھی یہی حال ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

بلغنی ان الروح مرسلة تذهب حيث شاء ت.

مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ روحیں آزاد ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ارواح المومنين فى برزخ من الارض تذهب حيث شاء ت [15]

مومنین کی روحیں زمین کے ایک برزخ میں ہیں۔ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔

جب اتنی بات کا علم ہو چکا تو اسے بھی جان لیجیے کہ قیام میلاد نہ واجب ہے نہ سنت، نہ ہی اس کا اعتقاد رکھنا درست ہے۔ یہ قیام تو بس ایک ایسا عمل ہے جس سے لوگ اپنی فرحت و مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔

جب میلاد شریف میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کہ آپ کی ولادت ہوئی اور آپ دنیا میں تشریف لائے تو سننے والا اس وقت اپنے دل میں یہ تصور کرتا ہے کہ اس حصول نعمت کی مسرت میں ساری کائنات جھوم رہی ہے تو وہ بھی جوشِ محبت میں اظہار فرحت کے لئے اٹھ کھڑا ہو جاتا ہے۔

اس طرح یہ مسئلہٴ قیام عادی ہے دینی نہیں۔ یہ نہ عبادت ہے اور نہ ہی شریعت اور کوئی سنت۔ [16] بس لوگوں کی ایک عادت ہے اور رواج چل پڑا ہے۔ جسے بہت سے علمائے کرام نے مستحسن سمجھا۔

میلاد النبی پر ایک کتاب کے مؤلف شیخ برزنجی نے خود یہ لکھا ہے:

و قد استحسن القيام عند ذكر مولده الشريف ائمة ذو رواية و روية فطوبىٰ لمن كان تعظيمه ﷺ غاية مرامه و مرماه.

آپ کے ذکرِ میلاد شریف کے وقت قیام کو روایت و درایت والے ائمۂ کرام نے مستحسن جانا۔ بشارت ہے اس مسلمان کے لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جس کے مطلوب و مقصود کی انتہا ہو۔

اور نظم میں انھوں نے ارشاد فرمایا:

و قد سنَّ اهل العلم و الفضل و التقیٰ   قیاماً علی الاقدام مع حسن امعان

اہل علم و فضل و تقویٰ نے دِقتِ نظر اور حسن توجہ کے ساتھ قیام کا طریقہ جاری کیا۔

بتشخیص ذات المصطفیٰ و هو حاضرٌ   بای مقام فیه یذکر بل دان

ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کے لئے جو حاضر بلکہ قریب ہیں جہاں بھی انھیں یاد کیا جائے۔

آپ دیکھ رہے ہیں کہ انھوں قد سنَّ اهل العلم کہا ہے۔ سن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا سن الخلفاءُ الراشدون نہیں کہا۔ اور نہ ہی اسے سنة مطلقة کہا بلکہ و قد سنَّ اهل العلم کہا۔ اور اس کے بعد کہتے ہیں بتشخیص ذات المصطفیٰ۔ یعنی یہ قیام ذہن میں تصور ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے اور یہ تصور ایک مطلوب و محمود چیز ہے بلکہ ہر سچے مسلمان کے ذہن میں ہر وقت یہ تصور رہنا چاہیے تاکہ آپ کی اتباع کو وہ کامل کر سکے۔ اور اس کے اندر آپ کی محبت زیادہ ہو اور اس کی ہر خواہش آپ کے لائے ہوئے احکام و ارشادات کے تابع رہے۔

رسولِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کا جو تصور دلوں میں اُبھرتا ہے اس کے اکرام و احترام میں لوگ قیام کرتے ہیں۔ اور اس ماحول اور مقام و مرتبہ کی عظمت و جلال کا ان کے اندر احساس ہوتا ہے۔

یہ ایک امر عادی ہے جیسا کہ گذرا اس لئے جو شخص قیام نہ کرے اس پر کچھ نہیں اور نہ وہ شرعاً گنہ گار ہوگا۔

ہاں! ایسے مقدس مواقع پر قیام نہ کرنے والے شخص کے موقف اور طریقے سے بے ادبی و بدذوقی یا بے حسی کا پتہ چلتا ہے جیسے کوئی شخص بھی کسی رائج اور پسندیدہ کام کو چھوڑے تو اس کے بارے میں یہی کہا جائے گا۔

استحسانِ قیام کے اسباب

سبب اول: قیام کا مقصد صاحب میلاد نبی کریم ﷺ کی تعظیم ہے۔ اور تمام بلاد وامصار میں قیام کا عمل جاری ہے۔ شرق اور غرب کے علمائے کرام نے اسے مستحسن سمجھا ہے۔ اور جس چیز کو مسلمان مستحسن سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھی ہے اور جسے بری سمجھیں وہ خدا کے یہاں بھی بری ہے۔ کما تقدم فی الحدیث۔

سبب دوم: اصحاب فضل وکمال کے لئے کھڑا ہونا مشروع اور سنت کے بہت سے دلائل سے ثابت ہے۔

حضرت امام نووی نے اس سلسلے میں ایک مستقل کتاب لکھی اور علامہ ابن حجر نے اپنی کتاب مسمّٰی بہ "رفع الملام عن القائل باستحسان القیام من اهل الفضل" میں امام نووی کی تائید کی۔ اور ابن الحاج جنھوں نے امام نووی کا رد کیا تھا ان کی تردید کی۔

سبب سوم: متفق علیہ حدیث میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے انصار کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا! قوموا السیّدکم۔

یہ قیام سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی تعظیم کے لئے تھا۔ اس لئے نہیں کہ وہ مریض تھے ورنہ قوموا الیٰ مریضکم فرماتے الیٰ سیدکم نہ فرماتے اور نہ ہی تمام انصار کو قیام کا حکم دیتے بلکہ صرف چند آدمیوں کو اٹھاتے (جو مریض کو سنبھالنے کے لئے کافی ہوں)

سبب چہارم: نبی کریم ﷺ کا طریقہ تھا کہ اپنے یہاں آنے والے کی تالیف قلب اور اس کی تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے۔ جیسا کہ اپنی صاحبزادی فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے لئے کھڑے ہوا کرتے اور جب حضرت فاطمہ نے اسی طرز قیام سے حضور کی تعظیم کی تو حضور نے انھیں اس پر برقرار رکھا اور منع نہ فرمایا۔ اسی طرح انصار کو اپنے سردار کے لئے کھڑے ہونے کا حکم

دیا جس سے قیام کی مشروعیت معلوم ہوتی ہے۔ اور سیادت و سرداری قیام تعظیمی کا سبب ہے تو آپ سب سے زیادہ اس تعظیم کے مستحق ہیں۔

سبب پنجم: کہا جاتا ہے کہ یہ سب تو نبی کریم ﷺ کی حیات اور آپ کی موجودگی میں تھا اور حالت میلاد میں وہ حاضر نہیں ہوتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد شریف پڑھنے والا آپ کی ذات شریفہ کا تصور کر کے آپ کو حاضر ہی سمجھتا ہے کہ اس سے پہلے زمانۂ ولادت شریفہ میں وہ عالم نورانی سے عالم جسمانی میں تشریف لا رہے ہیں اور ذکر ولادت کرنے والے کے نزدیک حاضر ہیں۔ یہ تشریف آوری حضور ظلی کے ساتھ ہے جو آپ کے حضور اصلی سے قریب ہے۔

اس حاضر سمجھنے کی تائید تصور ذات نبوی اور روحانی حضور و موجودگی سے ہوتی ہے کہ نبی کریم ﷺ اخلاق ربانی سے مزین ہیں۔ اور حدیث قدسی میں ہے:

انا جلیس من ذکرنی۔

جو مجھے یاد کرے میں اس کا ہم نشین ہوں۔

اور ایک روایت میں ہے۔

انا مع من ذکرنی

جو مجھے یاد کرے میں اس کے ساتھ ہوں۔

تو اپنے رب کی اطاعت و پیروی کی نیت سے اس کے اخلاق اختیار کرنے اور متخلق با خلاق اللہ ہونے کا مقتضی یہی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنی روح مبارکہ کے ساتھ اپنے ہر یاد کرنے والے کے ساتھ موجود ہوں۔ چاہے جہاں بھی آپ کو یاد کیا جائے۔ اور ذاکر کا اس امرِ حضور کو ذہن نشین اور دل میں جاگزیں رکھنا یقیناً آپ کی تعظیم میں اضافہ کا باعث ہوگا۔

کتب میلاد النبی ﷺ

میلاد النبی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے موضوع پر نثر و نظم میں طویل، متوسط اور مختصر ہر طرح کی کافی کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ ان کی کثرت و وسعت کی وجہ سے اس مختصر کتابچے میں ہر ایک کا بالاستیعاب ذکر ہم نہیں کرنا چاہتے اور نہ ہی اجمالاً ان میں سے کچھ کتابوں کا ذکر کرسکیں گے۔ کیوں کہ ہم کسی ایک کو دوسری سے اولیٰ قرار دے کر اس کا ذکر پہلے نہیں کر سکتے۔ اگر چہ فی الواقع ان میں سے ایک کو دوسری پر فضیلت و برتری ضرور ہوگی۔ اسی لئے یہاں ائمہ حفاظ میں سے کبار علمائے امت جن کی اس باب میں تصانیف ہیں اور جن کی مشہور و معروف کتب میلاد النبی منظر عام پر آئیں انھیں کے ذکر پر ہم اکتفا کر رہے ہیں۔

(۱) حافظ محمد بن ابی بکر بن عبداللہ قیسی دمشقی شافعی معروف بہ حافظ ابن ناصر الدین دمشقی متولد ۷۷۷ھ متوفی ۸۴۲ھ۔

ان کے بارے میں حافظ ابن فہد نے "لحظ الالحاظ ذیل تذکرۃ الحفاظ" کے صفحہ ۳۱۹ پر فرمایا ہے:

"ھو امام حافظ مفید، و فقیہ مؤرخ مجید، لہ الذھن الصافی السالم الصحیح و الخط الجید الملیح علیٰ طریقۃ اھل الحدیث۔

و قال! کتب الکثیر۔ علق وحشیٰ۔ واثبت و طبق۔ برز علیٰ اقرانہ و تقدم و افاد کل من الیہ یمم۔

و قد تولیٰ مشیخۃ دارالحدیث الاشرفیۃ بد مشق۔ و قال عنہ السیوطی صار محدث البلاد الدمشقیۃ۔ و قال الشیخ

محمد زاهد فی تعلیقه علی ذیل الطبقات قال الحافظ جمال الدین بن عبدالهادی الحنبلی فی الریاض الیانعة لما ترجم لابن ناصرالدین المذکور.کان معظما للشیخ ابن تیمیه محباًله مبالغاً فی محبته .

قلت و قد ذکر له ابن فهد مؤلفاً یسمیٰ "الردّ الوافر علیٰ من زعمه ان من سمیٰ ابن تیمیة شیخ الاسلام کافر".

اس امام نے میلاد شریف پر متعدد کتابیں لکھیں جن میں سے چند وہ ہیں جنھیں مؤلف "کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون" نے صفحہ ۳۱۹ پر ذکر کیا ہے۔

"جامع الآثار فی مولد النبی المختار" تین جلدوں میں ہے۔اور"اللفظ الرائق فی مولود خیر الخلائق" جومختصر ہے۔

ابن فہد نے کہا آپ کی ایک اور تصنیف ہے۔"مورد الصادی فی مولد الهادی"

(۲)حافظ عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمن مصری معروف بہ حافظ عراقی متولد ۷۲۵ھ متوفی ۸۰۸ھ۔

"و هوالامام الکبیر الشهیر ،ابوالفضل زین الدین، وحید عصره و فرید دهرهٔ، حافظ الاسلام و عمدة الانام۔ العلامة الحجة، الحبر الناقد، قد فاق بالحفظ و الاتقان فی زمانه، و شهد له بالتفرد فی فنه ائمة عصره و اوانه، برع فی الحدیث و الاسناد و الحفظ و الاتقان، و صار المشار الیه فی الدیار المصریة بالمعرفة۔

و ماذا اقول فی امام کهذا۔ و بحر خضم و فحل من فحول السنة۔ و طود عظیم من ارکان هذا الدین الحنیف۔ و یکفینا قبول الناس لقوله فی الحدیث و الاسناد و

المصطلح و رجوعهم اليه اذا قيل. قال العراقي. اَلْفِيَّتُهٗ في هذا الباب عليها الاعتماد و يعرفه فضلا و علما كل من له ادنىٰ معرفة و صلة بالحديث."

اس امام نے میلادالنبی پر ایک کتاب مسمّٰی بہ "المورد الهَنَى في مولدالسَّنِي" تحریر فرمائی۔ کئی ایک حفاظ نے اپنی تالیفات میں اس کا ذکر کیا ہے۔

مثلاً ابن فہد و علامہ سیوطی نے "تذكرة الحفاظ" کے اپنے حاشیوں پر لکھا ہے۔

(۳) حافظ محمد بن عبدالرحمن بن محمد قاهري معروف بہ حافظ سخاوی متولد ۸۳۱ھ متوفی ۹۰۲ھ مدینہ منورہ۔

" و هو المؤرخ الكبير و الحافظ الشهير. ترجمه الامام الشوكاني في البدر الطالع. و قال هو من الائمة الاكابر و قال ابن فهد لم ارفى الحفاظ المتأخرين مثله. و هو له اليد الطولىٰ في المعرفة و اسماء الرجال و احوال الرواة. و الجرح و التعديل و اليه يشار في ذلك. حتى قال بعض العلماء لم يأت بعد الحافظ الذهبي مثله. سلك هذا المسلك و بعده مات فن الحديث. و قال الشوكاني: و لو لم يكن له من التصنيف اِلا "الضوء اللامع "لكان اعظم دليل علىٰ امامته"

"كشف الظنون" میں ہے کہ حافظ سخاوی نے میلادالنبی ﷺ پر ایک کتاب تصنیف فرمائی۔

(۴) حافظ مجتهد امام ملا علی قاری بن سلطان محمد هروی متوفی ۱۰۱۴ھ مؤلف مرقاۃ شرح مشکوٰۃ وغیرہ۔

ترجمه الشوكاني في "البدر الطالع" و قال:

قال العصامي في وصفه بالجامع العلوم النقلية. و المتضلع من السنة النبوية. احد جماهير الاعلام.

ومشاهير أولى الحفظ و الافهام۔ ثم قال لكنه امتحن بالاعتراض على الائمة لاسيما الشافعي .

ثم تكلف الشوكاني و قام يدافع و ينافح عن ملا على قارى بعد سوقه كلام العصامي فقال: اقول هذا دليل علىٰ علو منزلته فان المجتهد شانه أن يبين ما يخالف الادلة الصحيحة و يعترضه سواء كان قائله عظيما او حقيرا۔ تلك شكاة ظاهر عنك عارها۔

یہ امام مجتہد ومحدث جن کے حالات شوکانی نے بیان کیے جن کے بارے میں لوگ کہتے ہیں کہ یہ مجتہد ومحدّث ہیں۔ انھوں نے میلادرسول ﷺ پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام مؤلف کشف الظنون نے "المورد الروی فی المولد النبوی" بتلایا ہے۔

اللہ تبارک وتعالٰی کے فضل وکرم سے میں نے اس کتاب کی تحقیق کی اس پر حاشیہ لکھا اور پہلی بار شائع کیا۔

(۵) حافظ امام عمادالدین اسماعیل بن عمر بن کثیر مؤلف تفسیر متوفی ۷۷۴ھ۔

قال الذهبی فی المختص . الامام المفتی المحدث البارع. ثقة متفنن محدث متقن۔ و ترجمه الشهاب احمد بن حجر العسقلانی فی الدرر الكامنة فی اعيان المأه الثامنة۔ فی صفحة ٣٧٤۔ جاء منها:

انه اشتغل بالحديث مطالعة فی متونه و رجاله، و قال: و اخذ عن ابن تيمية ففتن بحبه و امتحن لسببه۔ و كان كثير الاستحضار حسن المفاكهة. سارت تصانيفه فی البلاد فی حياته۔ و انتفع بها الناس بعد وفاته سنة ٧٧٤۔

امام ابن کثیر نے میلاد النبی پر ایک کتاب لکھی ہے جو حال ہی میں ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق کے ساتھ طبع ہوئی۔

(٦) حافظ وجیه الدین عبدالرحمن بن محمد شیبانی یمنی زبیدی شافعی معروف بابن الدیبع (دیبع سوڈانی زبان میں سفید چیز کو کہتے ہیں۔ اور یہ آپ کے جد اعلیٰ ابن یوسف کا لقب ہے۔) متولد محرم ۸٦٦ھ متوفی یوم جمعہ ۱۲؍رجب المرجب ۹۴۴ھ۔

"و كان رحمه الله احد ائمة الزمان. اليه انتهت مشيخة الحديث. حدث بالبخارى اكثر من مأة مرة و قرأه مرة فى ستة ايام."

آپ نے میلاد النبی پر ایک کتاب لکھی جو بہت سارے ممالک میں مشہور ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے میں نے اس کی تحقیق کر کے اس پر حاشیہ لکھا اور اس کی احادیث کی تخریج کی۔ تم بحمد الله۔ ....

و كتبه

محمد علوى المالكى الحسنى

(عتيبية، شارع عمربن عبدالعزيز۔مكة المكرمة)

☆☆☆☆

بحمده تبارك و تعالىٰ بعد نماز مغرب بروز دوشنبہ بتاریخ ۱۴؍صفر المظفر ۱۴۰۳ھ مطابق ۲۹؍نومبر ۱۹۸۲ء اس ترجمہ کا آغاز اور بروز جمعہ بتاریخ یکم ربیع الاول ۱۴۰۳ھ مطابق ۱۷؍دسمبر ۱۹۸۲ء اس کا اختتام اور تکمیل ہوئی۔ فقط

اختر الاعظمی
۸۲/۱۲/۱۷ء
ریاض، سعودی عرب

☆☆☆☆☆☆

حواشی

(۱) ص۳۔ الطالع السعید المنتخب من المسلسلات و الاسانید۔ مطبع سحر جدہ۔

(۲) ص۶۔ ایضاً

(۳) ص۱۴ ایضاً۔ د۔ی۔ب۔ع۔: سفید فام۔ حبشی زبان کا لفظ ہے۔

(۴) ص۱۳۔ فضل المؤطا۔ مطبعۃ السعادۃ مکۃ المکرمۃ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

۔ المستشرقون کا اردو ترجمہ مبارک پور سے بنام "مستشرقین کا انصاف وتعصب" ترجمہ از مولانا افتخار احمد قادری شائع ہو چکا ہے۔

(۵) ص۵۔ ایضاً۔

(۶) ص۱۱۲۔ الطالع السعید

(۷) رئیس لَجنةِ التحکیم الدُّولیة فی مسابقة القرآن الحکیم العالمیة۔۱۳۹۹ھ/۱۴۰۰۔۱۴۰۱ھ

(۸) کتاب الصیام۔ صحیح مسلم شریف

(۹) رکوع ۱۱ سورۂ یونس۔ پ۱۱۔

(۱۰) رکوع ۶۔ سورۃ الانبیاء پ۱۷۔

(۱۱) رکوع ۳۔ سورۃ الاحزاب۔ پ۲۲۔

(۱۲) اخرجه احمد

(۱۳) رکوع ۹۔ سورۃ ھود۔ پ۱۲۔

(۱۴) انظر "اقتضاء الصراط المستقیم" للشیخ ابن تیمیہ۔

(۱۵) ص۱۴۴۔ کذا فی الروح لابن القیم

(۱۶) یعنی دین کے جو امور حضور اقدس ﷺ اور خلفائے راشدین سے ماثور ہیں، قیام ومحفلِ میلاد النبی اپنی ہیئت موجودہ کے ساتھ ان میں نہیں۔ اور قیام کے استحسان پر سید محمد علوی مالکی نے جو دلائل قائم فرمائے ان سب سے ثابت ہوتا ہے کہ اس پر اجر وثواب ہے اور سنت وشریعت میں اس کی اصل ہے۔ جب شرع سے اس کی اصل ثابت تو محفل میلاد کی طرح قیام میلاد بھی اپنی اصل کے اعتبار سے سنت اور بہ ہیئت موجودہ محمود ومستحسن ہے۔

(اختر مصباحی)

☆☆☆☆☆

فوائدِ اجتماعات

مسلمانوں کا روایتی طریقہ ہے کہ وہ متعدد تاریخی تقریبات سال کے مختلف ایام میں کرتے رہتے ہیں۔ مثلاً میلاد النبی ﷺ و معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم و شب چودہویں شعبان المعظم و ہجرۃ النبی ﷺ و نزول قرآن کریم و غزوۂ بدر کے یادگاری اجتماعات منعقد کرتے ہیں۔

یہ یادگاری اجتماعات امور عادیہ میں داخل ہیں۔ دینی احکام سمجھ کر انھیں مشروع یا مسنون نہیں کیا جائے گا۔ نہ ہی دینی اصول وضوابط میں سے کسی اصل وضابطہ سے ان اجتماعات کا کوئی تعارض ہے۔ خطرہ کی بات اس وقت ہوگی جب کسی غیر مشروع چیز کو مشروع سمجھ لیا جائے اور یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔

میرے نزدیک اس طرح کے امور عادیہ عرفیہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شارع کو یہ امور پسند یا ناپسند ہیں۔ اس اصولی بات پر سب کا اتفاق ہے۔

کچھ لوگ کہتے ہیں۔ ان تقریبات میں بطور یادگار لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے لیکن ان کے لئے لازمی تعیین و توقیت غلط ہے۔

وہ کہتے ہیں کہ شب ۱۲ر ربیع الاول میں میلاد النبی ﷺ اور شب ۲۷ر رجب میں معراج النبی ﷺ کی یاد منانے کے لئے مسلمان عادۃً اجتماعات کیا کرتے ہیں۔ حالاں کہ ان دونوں واقعات کی لازمی ویقینی تعیینِ وقت میں علما و محققین کا اختلاف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ تعیینِ وقت کے سلسلے میں علما کے عدم اتفاق سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کیوں کہ کسی وقت مخصوص میں اجتماع کو محدود و مقید کرنے کی مشروعیت کے ہم قائل نہیں۔ کسی اجتماع کے لئے کوئی وقت مقرر کرنا تو ایک امر عادی ہے جسے ہم بیان کر چکے ہیں۔

انعقاد اجتماعات کا فائدہ اٹھانا اور خیر و سعادت کی طرف اجتماعات کا رُخ موڑنا یہ ہمارے لئے قابل توجہ پہلو ہے۔

اس سے قطع نظر کہ ان مبارک راتوں میں مسلمانوں نے وقت کی صحیح تعیین کی یا نہیں۔ ذکر الٰہی اور محبت نبوی میں مسلمانوں کا اجتماع ہی اس سعادت کا ضامن ہے کہ ان پر اللہ کی رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوگا۔

میرا مکمل یقین واذعان ہے کہ مسلمانوں کے یہ اجتماعات اگر خالصۃً لوجہ اللہ ہیں تو تعیین وقت میں غلطی کے باوجود وہ اللہ کی بارگاہ میں مقبول ہیں۔

اس بات کو ایک مثال سے سمجھیں۔ کسی شخص نے دعوتِ ولیمہ کا ایک دن متعین کیا۔ چند مدعو حضرات وقتِ دعوت سے کچھ پہلے ہی یہ سمجھ کر داعی کے گھر پہونچ گئے کہ یہی دعوت کا وقت ہے۔

اب آپ مجھے بتائیں کہ کیا صاحبِ خانہ ان کے ساتھ بے رُخی وبدتمیزی کر کے انھیں دھتکار دے گا اور یہ کہے گا کہ جاؤ بھاگ جاؤ یہاں سے۔ دعوتِ ولیمہ کے صحیح وقت پر تم لوگ نہیں آئے۔

یا وہ صاحبِ خانہ ان کے ساتھ خندہ پیشانی وحسن واخلاق سے پیش آتے ہوئے ان کی تشریف آوری کا شکر گذار ہوگا۔ اور اپنا دروازہ کھول کر انھیں خوش آمدید کہے گا۔ ان کے ساتھ عزت سے پیش آئے گا۔ اور پھر ان سے دوبارہ وقتِ متعین پر تشریف ارزانی کی درخواست کرے گا۔

میں سمجھتا ہوں کہ ہر کریم میزبان یہی دوسرا طریقہ اختیار کرے گا۔ تو پھر اللہ تبارک وتعالیٰ جو اپنے بندوں پر نہایت رحیم ومہربان ہے اس کے فضل وعطا اور کرم واحسان کی شان کیا ہوگی؟ اور اس کے بابِ رحمت سے کوئی سائل خالی ہاتھ کیسے واپس آسکتا ہے؟

کریم کا کرمِ بے حساب کیا کہنا

میلاد نبوی یا معراج نبوی یا ایسی کسی یادگار کے لئے اجتماع کیا گیا تو اصلی وقت کی تعیین زیادہ اہم بات نہیں۔ کیوں کہ وہ وقت اگر واقعۃً وہی ہے جس میں یہ اجتماع ہو رہا ہے تو سبحان اللہ! اور اگر ایسا نہیں تو بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے یہی امید ہے کہ نہ اس کا بابِ رحمت بند ہوگا اور نہ ہی وہ اپنے جود ونوال وعنایت کریمانہ سے محروم رکھے گا۔

میرے نزدیک نفس یادگار کے فائدہ سے بھی بڑا فائدہ یہ ہے کہ ان اجتماعات سے فائدہ

اٹھاتے ہوئے ان کے درمیان ذکر وعبادتِ الٰہی کی جائے۔ توبہ وانابت اور دعا کی جائے۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے انوار وتجلیات وبرکات وحسنات سے اپنے خالی دامن بھر لیے جائیں۔

ان اجتماعات میں شریک مسلمانوں کو ارشاد وہدایت وپند ونصیحت وامر بالمعروف ونھی عن المنکر کا فریضہ انجام دینا ہی بہتر ہے۔ نہ یہ کہ انھیں خواہ مخواہ روکا جائے اور ایسے اجتماعات پر غیر مفید تنقید ومذمت کی جائے۔ کیوں کہ تجربہ ومشاہدہ یہ ہے کہ زیادہ تنقید وشدّت پسندی سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ لوگ وہ کام اور زیادہ ہی کرنے لگتے ہیں اور ان کی دلچسپی میں اضافہ ہی ہو جاتا ہے۔ گویا ایسی تنقید ومذمت کرنے والا شخص اپنے طرزِ عمل سے ان کے لئے غیر شعوری طور پر خود ہی مددگار ثابت ہوتا ہے اور انھیں ان کے کام میں متحرک بنا دیتا ہے۔

آج کل اپنے خیالات پیش کر کے لوگوں کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے ذہین ودور اندیش اصحاب فکر ودعوت کی شدید خواہش وتمنا ہوتی ہے کہ وہ مجالس ومحافل اور لوگوں کے اجتماعات میں شریک ہوں۔ اسی لئے وہ پارکوں، گلیوں اور عوامی جگہوں پر چکر لگاتے رہتے ہیں تاکہ لوگوں کے کثیر مجمع میں اپنا پیغام پیش کر سکیں۔

اور ہم جب یہ دیکھیں کہ لوگ شوق ودلچسپی وعزم وحوصلہ کے ساتھ متعدد تقریبات کے لئے خود اجتماعات منعقد کر رہے ہیں تو ان کے تعلق سے ہماری ذمہ داری اور ہمارا فرض کیا ہے؟

اجتماعات وغیرہ کے لئے تنقید وشدت پسندی اور سخت پالیسی اپنانا بے کار وبے سود بلکہ جہالت وحماقت ہے کیوں کہ یہ ایک عظیم خزانہ کا ضیاع اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے اور ایسے قیمتی مواقع کا خود اپنے ہاتھ سے کھونا ہے جو دوبارہ واپس ملنے والے نہیں۔ اور اگر ملیں گے تو انھیں یادگاری تقریبات کے اجتماعات کے ذریعہ۔ اس لئے ہمیں ان اجتماعات سے بھرپور فائدہ حاصل کرتے ہوئے اپنی دینی ذمہ داری نبھانی چاہیے۔

محافلِ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم جس کی ہم دعوت و ترغیب دیتے ہیں اس کی حقیقت بہت سے لوگ نہیں سمجھ پاتے۔ اور اپنے ذہن میں طرح طرح کے فاسد تصورات قائم کر کے ان کی بنیاد پر طویل مباحث و مسائل کی عمارت تعمیر کر ڈالتے ہیں۔ اور اس بے بنیاد بحث میں اپنا اور دوسروں کا وقت ضائع کرتے رہتے ہیں۔

میلاد النبی کے موضوع پر میں بہت لکھ چکا ہوں۔ نشریات اور عام مجالس میں بھی گفتگو کر چکا ہوں جن سے میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں میرے خیالات منظر عام پر آچکے ہیں۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ میلاد النبی کے لئے مجلس و اجتماع منعقد کرنا ایک امر عادی ہے۔ اپنی ہیئت کے اعتبار سے عہد رسالت و دور صحابہ کی عبادت مشروعہ نہیں ہے۔ ہمارے خیال اور فکر کا بس یہی خلاصہ ہے۔ آگے جسے جو سمجھنا ہو وہ سمجھتا رہے۔ انسان صرف اپنا اور اپنی باتوں کا ذمہ دار ہے کسی دوسرے کا نہیں۔ میں ہر محفل و مجلس اور ہر تقریب میں کہتا رہتا ہوں کہ اس کیفیت کے ساتھ محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد امر عادی ہے۔ عبادت مشروعہ نہیں ہے۔ اب اس کے بعد کسی منکر و معترض کے لئے انکار و اعتراض کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

مصیبت یہ ہے کہ کچھ لوگ اصل حقائق نہیں سمجھتے اور بے سرو پا باتیں کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے امام شافعی فرماتے ہیں: جب بھی کسی عالم سے میرا مباحثہ ہوا میں اس پر غالب رہا لیکن جب کسی جاہل سے سابقہ پڑا تو وہی مجھ پر غالب آگیا۔

ادنیٰ طالب علم بھی عادت و عبادت اور ان دونوں کے حقائق کا فرق جانتا ہے۔ جب کوئی شخص کہے کہ فلاں چیز اپنی اس کیفیت کے ساتھ عبادت مشروعہ ہے تو اس سے دلیل طلب کی جائے۔ اور جب وہ کہے یہ امر عادی ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ تمہاری مرضی! کیوں کہ فساد و

خطرہ اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کسی بدعت غیر مشروعہ کو عبادت مشروعہ قرار دیا جائے۔ اور ایسی جرأت وجسارت کو ہم اختلاف وناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں اور اس کے ازالہ کی بھی کوشش کرتے ہیں۔

غرض کہ مولد نبوی شریف کے لئے انعقاد محفل ایک امر عادی ہے۔ لیکن بزم میلاد النبی منعقد کرنے کی یہ عادت خیر وصلاح پر مبنی اور ایسے منافع وفوائد پر مشتمل ہے جس سے مسلمانوں کو برکت وسعات حاصل ہوتی ہے۔ کیوں کہ اس کے اجزاء محمود اور شرعاً مطلوب ہیں۔

کچھ لوگوں کا یہ فاسد گمان ہے کہ سال کے دیگر ایام کی بجائے مسلمان ایک مخصوص شب ہی میں محفل میلاد منعقد کرتے ہیں۔

ان غافلوں کو پتہ نہیں کہ مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں سال کے ہر دن ہر موسم اور ہر خوشی کے موقع پر میلاد النبی ﷺ کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ مکہ مکرمہ ومدینہ طیبہ میں کوئی دن یا کوئی رات ایسی نہیں گذرتی جس میں انعقاد محفل میلاد نہ ہو۔ اسے جاننے والے خوب جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے ہیں وہ نہیں جانتے۔

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ ہم صرف ایک رات میں ذکر نبی کرتے ہیں، باقی راتوں میں نہیں۔ تین سو انسٹھ راتیں ہم غفلت میں گذار دیتے ہیں۔ ایسا شخص مفتری وکذاب ہے۔

اللہ تبارک وتعالٰی کے فضل وکرم سے سال کی ہر رات میں میلاد النبی ﷺ کی محفلیں سجائی جاتی ہیں۔ کوئی دن یا کوئی رات نہیں گذرتی جس میں کہیں نہ کہیں کوئی محفل میلاد نہ ہو۔

ہم بڑی صراحت کے ساتھ صاف صاف کہتے ہیں کہ سال کے دیگر ایام کو چھوڑ کر صرف ایک شب میں محفل میلاد النبی ﷺ کو خاص کر دینا رسول اکرم ﷺ کی شان میں بہت بڑی جسارت اور جفا کاری ہے۔

بحمدہ تعالٰی مسلمان اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سمجھتے ہیں اس لئے شوقِ فراواں اور جذبۂ بیکراں کے ساتھ سال بھر بزم میلاد النبی ﷺ آراستہ کرتے رہتے ہیں۔

اور جس شخص کا یہ گمان فاسد ہو کہ ہم محفل میلاد النبی ﷺ کی مدینہ منورہ کے ساتھ تخصیص کرتے ہیں وہ نہایت جاہل ہے یا تجاہل عارفانہ سے کام لے رہا ہے۔ ایسے شخص کے لئے دعا ہی کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت ونور بصیرت دے تاکہ اس کی جہالت کا حجاب اٹھ جائے۔ اور وہ سمجھ سکے کہ محفل میلاد النبی کا انعقاد مدینہ منورہ کے لئے مخصوص ہے نہ کسی ایک رات کے لئے نہ کسی ایک مہینہ کے لئے اسے خاص کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ یہ ہر زمان ومکان کے لئے عام ہے اور اس کے جواز وعموم کے لئے کسی دلیل وبرہان کی ضرورت نہیں۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب۔

خلاصہ یہ کہ ہم صرف کسی ایک رات کے لئے انعقاد محفل میلاد کے جواز کی کبھی بات ہی نہیں کرتے۔ اور جو شخص صرف کسی ایک رات کے لئے جواز محفل میلاد کا قائل ہے وہ مبتدع فی الدین ہے۔ کیوں کہ رسول اکرم ﷺ کا ذکر وتعلقِ خاطر ہر وقت لازم ہے۔ اور ہر مسلمان کا دل ہر لحہ جذبات محبت رسول سے لبریز ہونا ضروری ہے۔

ہاں! ماہ ربیع الاول شریف میں محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرنے کا جذبہ ابھر آتا ہے اور داعیہ کچھ زیادہ بیدار وقوی ہوجاتا ہے۔ مسلمانوں کی دلچسپی بڑھ جاتی ہے اور ان کے جذبات ٹھاٹھیں مارنے لگتے ہیں۔ کیوں کہ زمانہ کا زمانہ سے ربط وتعلق ہوتا ہی ہے۔ حال کے ذریعہ ماضی کی یاد آجاتی ہے اور حاضر کو دیکھ کر غائب کی طرف ذہن منتقل ہوجاتا ہے۔

یہ محافل واجتماعات دعوت الی اللہ کا بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ ایسے قیمتی اور زریں مواقع ضائع نہیں کیے جاتے۔ علما ومبلغین کا فرض ہے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے اخلاق وآداب، سیرت وکردار اور عبادات ومعاملات کو امت مسلمہ کے سامنے بیان کرتے رہیں۔ اسے دعوتِ صلاح وفلاح دیتے رہیں۔ وعظ ونصیحت سے نوازتے رہیں۔ ہدایت ورہنمائی فرماتے رہیں۔ اور خرافات و منکرات سے اسے محفوظ رکھ کر شرور وآفات سے بچاتے رہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم سے میں محفل میلاد النبی ﷺ ودیگر مجالس واجتماعات خیر و برکت میں شرکت اور مسلمانوں کی ہدایت وارشاد کا فریضہ انجام دیتا رہتا ہوں۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ ان محافل واجتماعات کا مقصد صرف اجتماعات ومظاہر نہیں ہیں بلکہ ان کی حیثیت ایک مبارک مقصد کے لئے ایک مبارک ذریعہ کی ہے۔ اور وہ فلاں فلاں مقاصد خیر ہیں۔ اور جو

شخص کوئی دینی فائدہ نہ حاصل کر پائے وہ میلاد النبی ﷺ کی برکت وسعادت سے محروم ہے۔

اس موضوع پر جو دلائل ہیں انھیں لکھ کر میں یہ بحث طویل نہیں بنانا چاہتا۔ کیوں کہ "حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف" کے نام سے میں الگ سے ایک مستقل رسالہ لکھ چکا ہوں۔

البتہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے واقعہ پر کچھ لوگ چہ می گوئی کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس واقعہ سے متعلق مختصر طور پر یہاں چند سطریں لکھی جارہی ہیں۔

ثویبہ کو آزاد کرنے کا واقعہ

کتب حدیث وسیرت میں ابولہب کی لونڈی ثویبہ کو آزاد کرنے کا واقعہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ جب ثویبہ نے پیغمبر اسلام محمد بن عبداللہ ﷺ کی ولادت کی خوش خبری ابولہب کو سنائی تو اس نے اسے آزاد کر دیا۔

اسی طرح عباس بن عبدالمطلب کے ایک خواب کا بھی واقعہ ہے کہ انھوں نے ابولہب کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا اور اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا۔ مرنے کے بعد میں نے اپنے لئے کوئی خیر نہیں پایا۔ سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کے صلہ میں میری کچھ پیاس بجھ جاتی ہے اور ہر دوشنبہ کو میرے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔

متعدد ائمۂ حدیث وسیرت نے اس کی روایت کی ہے۔ مثلاً امام عبدالرزاق صنعانی۔ امام بخاری، حافظ ابن حجر، حافظ ابن کثیر، حافظ بیہقی، ابن ھشام، سہیلی، حافظ بغوی، ابن دیبع، اشخر، عامری۔

امام عبدالرزاق صنعانی نے مصنف ج ۷ ص ۴۷۸ میں اس کی روایت کی ہے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب النکاح باب امھاتکم اللاتی ارضعنکم میں اس کی روایت کی ہے۔ اسنادہ الی عروۃ بن الزبیر مرسل۔

حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور لکھا کہ اسماعیلی نے بطریق ذھلی ابو

الیمان سے اس کی روایت کی ہے۔ اور عبدالرزاق نے معمر سے روایت کی ہے۔

اور لکھا ہے کہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر کو آخرت میں عمل صالح سے فائدہ پہنچتا ہے لیکن یہ بات ظاہر قرآن حکیم کے خلاف ہے۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و قدمنا الیٰ ما عملوا من عملٍ فجعلنا ھباء منشوراً۔
(فرقان۔۲۳)

اور ان کے اعمال کی طرف ہم نے قصد کیا تو انھیں باریک غبار کے بکھرے ذرے بنا دیئے۔

اس کے دو جواب ہیں:

(۱) خبر مرسل ہے۔ عروہ بن زبیر نے یہ نہیں ذکر کیا کہ ان سے کس نے حدیث بیان کی۔ اگر اسے موصول مان لیا جائے تو خبر میں خواب کا واقعہ بیان کیا گیا ہے اور خواب حجت نہیں۔ اور شاید خواب دیکھنے والے نے اس وقت تک اسلام نہیں قبول کیا تھا اس لئے اس کی بات سے استدلال نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) خواب کا واقعہ مان لینے کی شکل میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ نبی اکرم ﷺ کی ایک خصوصی فضیلت ہے۔ جیسا کہ ابوطالب کا واقعہ ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف کر دی گئی۔ اور انھیں جہنم کے طبقۂ غمرات سے طبقۂ ضحضاح کی طرف منتقل کر دیا گیا۔

امام بیہقی لکھتے ہیں:

کفار کو خیر نہ پہنچنے کے سلسلے میں جو وارد ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم سے چھٹکارا نہیں پائیں گے اور جنت میں نہیں داخل ہوں گے۔ اور یہ ہو سکتا ہے کہ جتنے عذاب کے مستحق ہیں اس میں تخفیف ہو جائے۔ کفر کے علاوہ جن ذنوب و جرائم کے وہ مرتکب ہو چکے ہیں ان میں ان کے اعمال خیر کی وجہ سے تخفیف ہو سکتی ہے۔

قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:

علما کا اس پر اجماع ہے کہ کفار کے اعمال ان کے لئے نفع بخش نہیں ہوں گے۔ انھیں جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا اور کسی عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی۔ اگر چہ کسی کا عذاب زیادہ ہوگا اور کسی کا کم ہوگا۔

میں کہتا ہوں کہ اس سے امام بیہقی کے ذکر کردہ احتمال اور گنجائش کی تردید نہیں ہوتی۔ اس لئے کہ جو کچھ وارد ہے وہ کفر سے متعلق ہے۔ کفر کے علاوہ کوئی گناہ ہے تو اس کے عذاب میں تخفیف سے کیا چیز مانع ہے؟

امام قرطبی لکھتے ہیں:

تخفیف عذاب صرف اس واقعہ اور جس کے لئے کوئی نص وارد ہے اس کے ساتھ مخصوص ہے۔ ابن منیر اپنے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ یہاں دو امور ہیں۔

(۱) کفر کے ساتھ کافر کی طاعت کا اعتبار محال ہے۔ اس لئے کہ طاعت کی شرط یہ ہے کہ وہ قصد صحیح کے ساتھ ہو جو کافر میں مفقود ہے۔

(۲) کافر کے بعض اعمال خیر کا ثواب اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے عطا فرمادے تو یہ ممکن ہے اس میں کوئی عقلی استحالہ نہیں۔

جب یہ دونوں امور سامنے آگئے تو یہ سمجھیے کہ ابولہب نے ثویبہ کو آزاد کیا تو نہ اس کی نیت طاعت و تقرب کی تھی نہ ہی اس کا کوئی اعتبار تھا۔

بس اللہ جس پر چاہے اپنا فضل فرمادے۔ جیسا کہ ابوطالب پر اس کا فضل ہوا۔ اور اصل یہ ہے کہ اس سلسلے میں نفی و اثبات دونوں صورتوں میں اعتبار صرف توقیفی ہے۔

میں کہتا ہوں۔ اس کا تتمہ یہ ہے کہ جس کے لئے کافر سے نیکی وغیرہ صادر ہو اس کے اعزاز و اکرام میں اللہ کا یہ فضل ہے۔ واللہ اعلم۔ اھ۔ فتح الباری۔ ج ۹۔ ص ۱۴۵۔

حافظ ابن کثیر البدایہ والنہایہ میں اس واقعہ کی روایت کرتے ہیں۔ اور اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابولہب نے اپنے بھتیجے محمد بن عبداللہ ﷺ کی ولادت کی خوش خبری ثویبہ کی زبان سے سن کر اسے فوراً آزاد کر دیا۔ اس لئے اسے یہ صلہ ملا۔۔اھ۔السیرۃ النبویۃ لابن کثیر۔ ج ا۔ص ۲۲۴۔

حافظ عبدالرحمٰن بن دیبع شیبانی مؤلف جامع الفصول اپنی کتاب سیرت میں اس واقعہ کو نقل کر کے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ابولہب کے عذاب میں تخفیف محض رسول ﷺ کے اعزاز واکرام کی وجہ سے ہوئی۔ جیسے کہ ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہوئی۔ ثویبہ کو آزاد کرنا باعث تخفیف عذاب نہیں بلکہ یہ محض تعظیم و احترام رسول ہے۔ ورنہ اعمال کفار کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

و حبط ماصنعوا فیھا و باطل ماکانوا یعملون۔ (ھود۔١٦)

اوران کا کیا ہوا ضائع ہوا اوران کے اعمال بے کار ہوئے۔

حدائق الانوار فی السیرۃ ۔ ج ا۔ص ۱۲۴۔

حافظ بغوی نے ثویبہ کو آزاد کرنے کا واقعہ شرح السنۃ ج ۹۔ص ۷۶ میں تحریر کیا ہے۔

امام عامری نے بھجۃ المحافل میں اسے نقل کیا ہے اور اس کے شارح اشخر نے اپنی شرح میں لکھا ہے۔

کہا گیا کہ ابولہب کے لئے یہ تخفیف عذاب خاص ہے جو محض اعزاز واکرام رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے ہے۔ جیسے آپ کی وجہ سے ابوطالب کے عذاب میں تخفیف ہے۔

اور کہا گیا کہ جو کافر عمل خیر کرے اس کے عذاب میں تخفیف ممکن ہے۔اھ۔ من شرح البھجۃ۔ اص ۴۱۔

سہیلی نے الروض الانف شرح السیرۃ النبویۃ لابن ھشام میں اس واقعہ کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے۔

جہنم میں رہتے ہوئے ابولہب کو یہ فائدہ حاصل ہے جیسے اس کے بھائی ابوطالب کو فائدہ

پہنچایا کہ رسول اللہ ﷺ کا تحفظ و دفاع کرنے کی وجہ سے اہل جہنم میں سے سب سے کم عذاب دیا جاتا ہے۔

ابو طالب کے سلسلے میں گذر چکا ہے کہ اس نفع و فائدہ کا مطلب یہ ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہے۔ ورنہ بلا اختلاف یہ امر متحقق ہے کہ کافر کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔ یعنی یہ اعمال اس کے میزان مین وزن ہوں گے نہ اسے اس کی وجہ سے جنت میں داخل کیا جائے گا۔اھ۔ الروض الانف ج ۵ ص ۱۹۲۔

حاصل بحث

حاصل بحث یہ ہے کہ یہ واقعہ کتب احادیث و سیر میں مشہور ہے۔ اسے مستند و معتبر حفاظ حدیث نے نقل کیا ہے۔ امام بخاری جن کی عظمت وجلالتِ شان پر سب کا اتفاق ہے انھوں نے بھی صحیح بخاری میں اسے نقل کیا ہے۔ ان کی اسناد بھی صحیح ہیں جن میں کوئی کلام نہیں۔

معلقات، مرسلات سب کی روایتیں مقبول ہوا کرتی ہیں ان سب کو رد نہیں کیا جاتا۔ احادیث واصطلاحات اور ماہرین مطالب و مفاھیمِ معلقات و مرسلات اس اصول سے اچھی طرح واقف ہیں کہ جب صحاح میں معلقات و مرسلات منقول ہوں تو ان کی حیثیت اور ان کا حکم کیا ہے۔

کتب اصطلاحات مثلاً الفیہ سیوطی و عراقی اور ان کی شرحیں اور تدریب الراوی کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کیوں کہ ان حضرات نے اس مسئلہ پر گفتگو کی ہے اور بتلایا ہے کہ صحیح میں منقول ہونے والی حدیث معلق و مرسل کی حیثیت کیا ہے۔ اور یہ بھی بتلایا ہے کہ محققین کے نزدیک یہ مقبول ہیں۔

پھر یہ بھی ایک قابل لحاظ پہلو ہے کہ یہ مسئلہ فضائل و مناقب سے متعلق ہے اور کتب خصائص و سیر میں علمائے کرام فضائل و مناقب کا ذکر کرتے ہوئے کچھ تساہل بھی کر جاتے ہیں۔ کیوں کہ وہ صحیح بالمعنی الاصطلاحی کی شرط اس سلسلے میں نہیں لگاتے۔ اور اگر ذکر خصائص و سیر اس شرط شاذ کے ساتھ مشروط کر دیا جائے تو قبل بعثت کی سیرت بیان کرنا ہی ہمارے لئے مشکل ہو جائے۔ حالاں کہ وہ حفاظ دائمۂ حدیث و اساطین علم و فضل جن کی خدمات ہمارا سرمایۂ افتخار ہیں۔

جن کے ذریعہ ہمیں حدیث ضعیف کے مواقع ذکر وعدم ذکر کا علم ہوا ان کی کتابوں کا مطالعہ کرتے وقت ہم دیکھتے ہیں کہ خصائص رسول اللہ ﷺ تحریر کرنے میں انھوں نے مقطوعات ومرسلات اور کاہن وغیرہ کے بیانات جگہ جگہ شامل کیے ہیں۔ کیوں کہ باب فضائل ومناقب میں ان کا ذکر جائز ہے۔

معترضین کا یہ اعتراض کہ ثویبہ کے آزاد کرنے پر تخفیف عذاب سے متعلق حدیث ارشاد باری تعالیٰ۔و قدمنا الیٰ ماعملوا من عمل فجعلناہ ھباء منثورا ۔ کے معارض ہے۔ یہ اعتراض نا قابل قبول ہے۔ جیسا کہ اس سلسلے میں اقوال و ارشاداتِ علمانقل کیے جاچکے ہیں۔

مفسرین کرام آیت مذکورہ کا یہ مطلب بتلاتے ہیں کہ اعمال کفار کی طرف اللہ کی نظر رحمت نہیں ہوگی۔ اس میں یہ نہیں فرمایا گیا ہے کہ سارے کفار عذاب میں برابر ہوں گے۔ نہ ہی یہ فرمایا گیا ہے کہ کسی کافر کے عذاب میں کوئی تخفیف نہیں ہوگی۔

قاضی عیاض مالکی کا نقل کردہ اجماع بھی عموم کفار کے سلسلے میں ہے۔ یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کافر کے عمل کی وجہ سے اس کے عذاب میں کوئی تخفیف نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی لئے جہنم کے مختلف طبقات بنائے ہیں کہ اپنے عمل کے حساب سے وہ الگ الگ طبقات میں ہوں گے اور منافق سب سے نچلے طبقہ میں رہیں گے۔

پھر یہ کہ ایسا اجماع تو نص صریح کے معارض ہوگا۔ اور اہل علم جانتے ہیں کہ نص صریح کے معارض کوئی اجماع صحیح نہیں ہوسکتا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے۔ رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ ابوطالب جو ہر وقت آپ کا ساتھ دیتے تھے اور آپ کا دفاع کرتے تھے۔ کیا انھیں آپ نے کچھ فائدہ پہنچایا؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میں نے انھیں جہنم کے طبقہ غمرات میں پایا تو اس میں سے میں نے انھیں نکال کر ضحضاح میں منتقل کردیا۔

ابوطالب نے حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہر طرح دفاع کیا تو آپ نے انہیں یہ فائدہ

پہنچایا کہ جہنم کے طبقۂ غمرات سے نکال کر ضحضاح میں پہنچا دیا۔

ابولہب کے عذاب کی تخفیف بھی اسی قبیل سے ہے جس میں کوئی حرج نہیں۔

اور حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ ان کفار کے بارے میں ہے جن کا کوئی ایسا عمل نہ ہو جو تخفیف عذاب کا باعث بن سکے۔ اسی مفہوم و مطلب کے مطابق علما کا اجماع بھی ہے۔

ابوطالب سے متعلق حدیث مذکور سے کتنی ایمان افروز بات معلوم ہوئی کہ رسول اکرم ﷺ اس وقت بھی تصرف فرماتے ہیں۔ اور قیامت سے پہلے اور آخرت میں بھی تصرف فرمائیں گے۔ ور جو شخص آپ سے محبت رکھے اور آپ کی طرف سے فاع کرے اس کی شفاعت بھی فرمائیں گے۔

معترض کا یہ اعتراض کرنا کہ اس خبر میں خواب کا واقعہ ہے اور خواب سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا۔ اسے اللہ ہدایت دے۔ وہ احکام شرعیہ و غیر شرعیہ کے درمیان فرق و امتیاز پر نظر نہیں رکھ پا رہا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے خواب پر اعتبار و اعتماد میں مطلقاً کوئی حرج نہیں۔ حفاظ حدیث نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ اور قبل بعثت نبوی اہل جاہلیت کے خواب جن میں رسول اللہ ﷺ کے ظہور اور اہل جاہلیت کے شرک و فساد کے خاتمہ کی خبریں ہیں۔ ان کا ذکر انھوں نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ کیا ہے۔ جن میں سرفہرست کتاب دلائل النبوۃ ہے۔

عباس بن عبدالمطلب کے خواب کے بارے میں یہ کہنا کہ وہ حجت نہیں اور اس سے کوئی حکم و خبر ثابت نہیں۔ یہ محدثین و مؤرخین کے عمل اور ان کے طریقہ کے خلاف ہے۔ اس کا مقصد لوگوں کا ذہن منتشر کرنے کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔ جو عالم محقق کی شان کے خلاف ہے۔

معترضین کا یہ اعتراض کہ عباس بن عبدالمطلب نے حالت کفر میں خواب دیکھا اور اس کی خبر دی ہے اور کفار کی شہادت و خبر مسموع و مقبول نہیں۔ یہ بھی باطل اور نا مقبول ہے۔ اس میں کوئی علمی وزن نہیں۔ کیوں کہ کسی عالم نے خواب کو شہادت نہیں قرار دیا ہے بلکہ یہ تو ایک بشارت ہے اور اس میں دین و ایمان کی کوئی شرط نہیں لگائی جاتی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں یوسف علیہ السلام کے اس معجزہ کا ذکر فرمایا ہے جو شہنشاہ مصر کے خواب سے متعلق ہے۔اور شہنشاہ مصر بُت پرست تھا کسی بھی آسمانی دین کا معتقد نہیں تھا۔بُت پرست ہونے کے باوجود اللہ نے اس کے خواب کو یوسف علیہ السلام کے فضل وشرف اور ان کی علامات نبوت کے طور پر ذکر کیا ہے۔اگر اس خواب کا کوئی فائدہ نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر ہی کیوں فرماتا جو ایک بت پرست مشرک کا خواب ہے؟

یہ بھی کتنی عجیب بات کہی جاتی ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے یہ خواب حالت کفر میں دیکھا اور کفار کی شہادت وخبر مسموع ومقبول نہیں۔ایسا کہنے والے حضرات علم حدیث سے ناواقف ہیں۔کیوں کہ کتب مصطلحاتِ حدیث کا ضابطہ ہے کہ صحابی یا غیر صحابی حالت کفر میں حامل حدیث ہو اور پھر اسلام لانے کے بعد اس کی روایت کرے تو اس کی وہ حدیث مقبول بھی ہوگی اور اس پر عمل بھی کیا جائے گا۔کتب مصطلحات حدیث میں اس کی بہت سی مثالیں مل جائیں گی۔

واللہ اعلم و علمہ اتم احکم۔

☆☆☆☆☆☆